ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

جنوری 2025ء جلد نمبر 26 شمارہ نمبر 01

اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی۔ (الانبیاء:31)

حُبِّ پیغمبری کا دعویٰ
اپنے ہر عمل سے ثابت کریں

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ قادیان 2024ء کے اختتامی خطاب میں مخالفین احمدیت کے بہتان کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے (نعوذ باللہ) کی حقیقت تفصیل سے بیان فرمائی اور آخر پر فرمایا:

”اے مخالفین احمدیت! جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کا دعویٰ کرتے ہو۔ غور کرو سوچو کہ تمہاری بلاوجہ کی مخالفت خدا تعالیٰ سے ناراضگی کا باعث نہ بن رہی ہو۔ آج کل کے جو حالات ہیں ان میں دیکھو کہ کہیں یہ مخالفت جو تمہاری ہو رہی ہے اس وجہ سے تو نہیں ہو رہی۔ اس کے نتائج اس وجہ سے تو پیدا نہیں ہو رہے، کچھ تو غور کرو۔ جہاں تک ہمارا مسلمانوں سے ہمدردی کا تعلق ہے، ہم حضرت مسیح موعودؑ کے اس شعر پر عمل کرنے والے ہیں:

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار   کآخر کنند دعوئے حُبِّ پیمبرمؐ

اے دل !ان لوگوں کا لحاظ رکھ، کیونکہ آخر میرے پیغمبرؐ کی محبّت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

ہم تو اس لحاظ سے ہر مسلمان سے محبّت کرنے والے ہیں اور ان کی بقا کے لیے دعا گو بھی ہیں اور جو کوشش ہو سکتی ہے وہ بھی کرتے ہیں۔ ان کے لیے نیک جذبات رکھتے ہیں لیکن یہ خود بھی تو کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کی تکفیر کرنے کی بجائے اس کے پیغام کو سنیں اور سمجھیں۔ کفر کے فتوے لگانے میں جلدی نہ کریں۔ ہم اس محبّت کا دعویٰ مسلمانوں سے کرتے رہیں گے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کرتے ہیں۔ چاہے وہ ظاہری دعویٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان امّت کو عقل اور شعور دے اور وہ بلاوجہ کی مخالفت سے باز آئیں۔ سوچیں کہ کیا اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا نہیں۔ کیونکہ اکثریت بلا سوچے سمجھے مولوی کی تقلید کرتے ہیں۔ اور مولوی بھی پڑھتے نہیں۔ ان کو چاہیے تھا کہ اگر سمجھ نہیں آتا تو احمدیوں سے پوچھیں۔ اس کے بعد اگر نظر آتا کہ یہ باتیں قرآن و سنت کے منافی ہیں تو مخالفت کا حق رکھتے تھے۔ لیکن کیا تم نے ہمارا دل چیر کر دیکھا ہے کہ ہمارے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق و محبّت نہیں۔ پس کچھ تو غور کرو! اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل دے کہ وہ اس طرح سوچیں۔ اور ہمیں بھی توفیق دے کہ حبِّ پیغمبری کا دعویٰ اپنے ہر عمل سے ثابت کریں جن کی حضرت مسیح موعودؑ نے وضاحت فرمائی ہے۔ اور اس محبّت میں بڑھتے چلے جائیں اور زبانی باتیں نہ ہوں بلکہ ہم اس ماننے کا حق ادا کرنے والے بنیں۔ عشق کے اعلیٰ معیار قائم کریں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید قائم کرنے کی کوشش کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں لہرانے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہیں۔ اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک یہ حاصل نہ کر لیں“۔

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 2 جنوری 2025ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادار یہ

سالِ نَو مبارک ہو!

جرمن فلسفی Wilhelm von Humboldt نے کہا تھا کہ وقت ایک خالی کمرہ ہے جسے واقعات، خیالات اور احساسات سے بھرتے ہیں۔ ہماری اور آپ کی زندگی کا ایک اور سال گزر گیا ہے۔ اپنی ذاتی زندگی میں اس سال کو کون کس قسم کے واقعات، خیالات اور احساسات سے بھر پایا ہے، یہ تو ہر انسان خود ہی جانتا ہے۔ لیکن کیا انسان نے اس کام کے لیے بھی وقت نکالا ہے کہ اس سال کے کون سے واقعات، احساسات اور خیالات اس کے لیے اہم تھے؟ آج بہت سے لوگوں نے اپنے اندر جھانکنے کے عمل کو بھلا دیا ہے۔ اپنے ضمیر کو ٹٹولنے، اپنی کمزوریوں پر نگاہ کرنے، اپنی روحانی حالت پر غور کرنے کی اب شاید فرصت نہیں رہی۔ غور سے دیکھیں تو ہر مذہب میں اس کی تعلیم پائی جاتی ہے اور اس پر بہت زور دیا گیا ہے۔ کیونکہ اپنے اعمال کا ذمہ دار تو ہر انسان خود ہے۔ اور پھر مذاہب نے اس کے لیے عبادات مخصوص کی ہیں۔ جو کہیں رسم کی صورت بھی اختیار کر گئیں، اور جن کی شکل بھی یقیناً بہت بدل گئی ہوگی، لیکن ان کی روایت نہیں مری۔ اسلام نے اس غرض سے دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، دن کا آغاز بھی عبادت سے رکھا ہے اور اختتام بھی۔ جہاں نماز خدا سے تعلق مضبوط کرنے کا نام ہے، وہاں یہ اپنے اندر ٹھہراؤ لانے کا مقصد بھی پورا کرتی ہے اور اپنے اندر جھانکنے کے لیے بھی ہے۔ نماز اپنی توجہ کو اپنی زندگی کے اہم ترین حصوں کی طرف مرکوز کرنے کا نام بھی ہے۔ یہ سب تو وہ باتیں ہیں جو فرد سے تعلق رکھتی ہیں۔

جو باتیں دنیا سے تعلق رکھتی ہیں وہ زیادہ خوش گوار نہیں معلوم ہوتیں۔ 2024ء کی طرف مڑ کر دیکھیں تو اس سال کے آسمان پر جنگ اور فساد کے سیاہ بادل چھائے نظر آتے ہیں۔ اس سال دنیا میں ہزاروں لوگوں کی جنگوں کی وجہ سے جانیں گئیں۔ فلسطین اور اسرائیل کی جنگ میں بھی اور روس اور یوکرین کی جنگ میں بھی، افریقہ کے کچھ ممالک میں خانہ جنگی کی شکل میں بھی کتنے لوگ بے گھر ہوئے، کتنے بچے یتیم ہوئے، کتنے زخمی ہوئے، کتنے ہمیشہ کے لیے معذور ہو گئے۔ آثار بتاتے ہیں کہ اس سال بھی یہ سلسلہ کسی شکل میں آگے چلے گا۔ ایسی صورت میں ہم احمدیوں کو دنیا کی صورتِ حال کے لیے دعاؤں پہ زور دینا چاہیے۔ اور اس عظیم الشان کائنات میں واقع اس چھوٹے سے سیارے کو بہتر بنانے کے لیے جس کے پاس جتنا اختیار ہے اسے کام میں لانا چاہیے۔

خدا تعالیٰ اس سال کو انسانیت کے لیے امن و امان لانے والا سال بنائے، جماعتِ احمدیہ کی ترقیات کے لیے ایک سازگار سال بنائے اور دنیا میں اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی فتح کے دن قریب لانے والا سال بنائے۔ آمین! اس موقع پر ہم اپنے قارئین کو دل کی گہرائیوں سے نئے سال کی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اخبار احمدیہ

ماہنامہ جرمنی

رجب 1446 ہجری قمری | جنوری 2025ء | جلد نمبر 26 | شمارہ نمبر 01 | صلح 1404 ہجری شمسی

فہرست مضامین

04	قال اللہ جل جلالہ، قال النبی ﷺ، قال المسیح الموعود علیہ السلام
05	تبرّکات: ہر قسم کی زندگی کا انحصار پانی پر
06	منظوم کلام: مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
07	روحانی و جسمانی زندگی میں پانی کا کردار
10	تعارف کتب: الہام، عقل، علم اور سچائی
11	زندگی کا آغاز قرآن کریم اور سائنس کی روشنی میں
14	پانی سے زندگی
17	آنکھوں کا پانی اور اردو شاعری
19	وقفِ جدید ایک الٰہی تحریک
22	یادِ رفتگان: مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب مرحوم
23	شعبہ وقفِ جدید جماعت احمدیہ جرمنی
25	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم تعبیر الرؤیا
29	روداد ریفریشر کورس مربیان و واقفین زندگی جرمنی
35	1974ء کے فیصلے پر خدائی پکڑ اور زوال کے پچاس سال
40	مکرم محمد شریف خالد صاحب کے لئے اعزاز
41	آدھی صدی کا سفر
42	حالات حاضرہ: ملکی و عالمی خبریں
43	ادبی صفحہ: ٹوبہ ٹیک سنگھ
45	مسجد بیت الہدیٰ کے بیس سالہ سفر کی سنہری یادیں
47	اعلانات وفات: بلانے والا ہے سب سے پیارا

اخبار احمدیہ جرمنی کے تازہ و گزشتہ شمارے اخبار احمدیہ جرمنی کی ویب سائٹ
www.akhbareahmadiyya.de
پر بھی پڑھے جاسکتے ہیں

مجلس ادارت

سرپرست

محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مدیر اعلیٰ

محمد الیاس منیر

مدیران

اویس احمد نوید، مدبّر احمد خان

معاونین

سلطان احمد قمر، سیّد سعادت احمد

پروف ریڈنگ

عبدالرحمٰن مبشر، سیّد افتخار احمد

ڈیزائننگ و کمپوزنگ

آفاق احمد زاہد، طارق محمود

سرِ ورق

احسان اللہ ظفر

کیلیگرافی

سعید اللہ خان

مینیجر

سیّد افتخار احمد

اعزازی اراکین

محمد انیس دیالگڑھی، منور علی شاہد، صادق محمد طاہر

پتہ

شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی
Genfer Str.11,
60437 Frankfurt am Main, Germany
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de
Tel & Fax: +49-69 50688722

PRINTER: RANA PRINT
HERKULESSTRASSE 45 50823 KÖLN

07

04

11

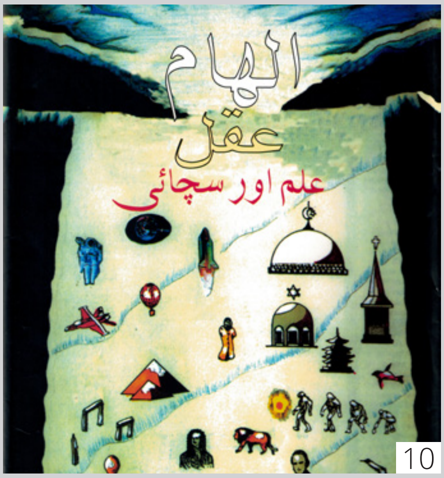

10

07

22

14

23

17

42

45

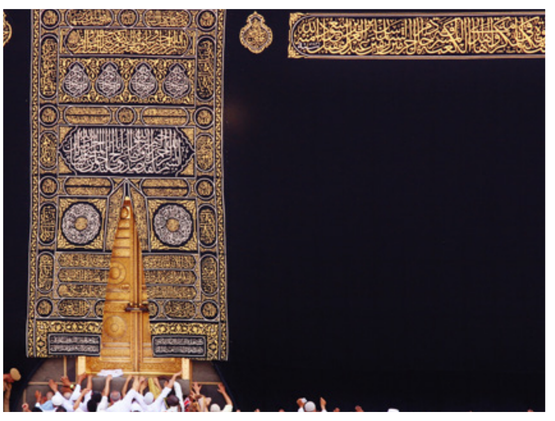

قال اللہ جل جلالہ

وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِھَا وَبَثَّ فِیۡھَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّۃٍ وَّتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ

(البقرہ:165)

اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا پھر اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کے مُردہ ہونے کے بعد زندہ کر دیا اور اُس میں ہر قسم کے چلنے پھرنے والے جاندار پھیلائے اور اسی طرح ہواؤں کے رخ بدل بدل کر چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، عقل کرنے والی قوم کے لئے نشانات ہیں

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنۡ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدَي وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَي، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لاَ تُمْسِكُ مَاءً، وَلاَ تُنْبِتُ كَلأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقِهَ فِي دِينِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهِ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو علم اور ہدایت مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس زور دار بارش کی سی ہے جو زمین پر برستی ہے، زمین کے کچھ حصے ایسے ہوتے ہیں جو پانی جذب کر لیتے ہیں اور پھر گھاس اور سبزہ اُگتا ہے اور بعض حصے سخت ہوتے ہیں جن میں پانی ٹھہر جاتا ہے، اللہ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، لوگ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی پلاتے ہیں، اور زمین کے کچھ حصے چٹیل ہوتے ہیں جن میں پانی ٹھہرتا ہے نہ جذب ہوتا ہے، یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے دین میں سمجھ پیدا کی اور میری تعلیمات سے فائدہ اٹھایا، خود بھی سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا۔ (صحیح بخاری کتاب العلم)

قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

’’خدا تعالیٰ نے آسمان پر سے پانی اُتارا. پس اپنے اپنے قدر پر ہر یک وادی بہ نکلی یعنی جس قدر دنیا میں طبائع انسانی ہیں قرآنِ کریم اُن کے ہر یک مرتبہ فہم اور عقل اور ادراک کی تربیت کرنے والا ہے اور یہ امر مستلزم کمال تام ہے کیونکہ اِس آیت میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن کریم اِس قدر وسیع دریائے معارف ہے کہ محبّتِ الٰہی کے تمام پیاسے اور معارف حقّہ کے تمام تشنہ لب اسی سے پانی پیتے ہیں‘‘۔

(کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 59)

ہر قسم کی زندگی کا انحصار پانی پر

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

''جسمانی طور پر چار قسم کی ربوبیت ایسی ہو رہی ہے جس سے نظامِ عالم وابستہ ہے۔ ایک آسمانی ربوبیت یعنی اکاش سے ہے جو جسمانی تربیت کا سرچشمہ ہے جس سے پانی برستا ہے اگر وہ پانی کچھ مدّت نہ برسے تو جیسا کہ علم طبعی میں ثابت کیا گیا ہے۔ کنوؤں کے پانی بھی خشک ہو جائیں یہ آسمانی ربوبیت یعنی اکاش کا پانی بھی دنیا کو زندہ کرتا ہے اور نابود کو بود کی حالت میں لاتا ہے۔ اس طور پر آسمان ایک پہلا ربّ النوع ہے جس سے پانی برستا ہے۔ جس کو وید میں اندر کے نام سے یاد کیا گیا ہے''۔

(نسیمِ دعوت، روحانی خزائن جلد 19، صفحہ 412)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

''اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (البقرہ:23) یعنی یہ غلہ یہ اناج وغیرہ کا میٹر (Matter) ہوا اور زمین میں موجود ہوتا ہے پھر جب تک آسمان سے پانی نازل نہ ہو اور اس سے ان میں نشو و نما پیدا نہ ہوں تب تک وہ غذا تمہارے کھانے کے قابل کب ہوسکتی ہے۔ ادھر سے ہمارا مینہ آوے نیچے سے وہ دانہ نشو و نما پاوے تب تم اس کو حاصل کر سکتے ہو۔ پس تعلیم تو دنیا میں ضرور ہوتی ہے پھر جب تک آسمانی بارش یعنی الہام نازل نہ ہو وہ تعلیم نشو و نما نہیں پا سکتی''۔

(الحکم مورخہ 24 نومبر 1904ء صفحہ 2)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

''آسمان اور زمین کی پیدائش سے پہلے یعنی مادہ کی موجودہ شکل سے پہلے دنیا میں ایک پانی کی خاصیت کا مادہ پیدا کیا گیا تھا یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لو کہ ہائیڈروجن کا بسیط ترین ذرہ پیدا کیا گیا تھا پھر اس کو ترقی دیتے دیتے یہ عالَم پیدا ہوا۔ زمین اور آسمان کی موجودہ شکل کے اختیار کرنے سے پہلے کی حالت کے متعلق بھی قرآنِ شریف روشنی ڈالتا ہے اور فرماتا ہے کیا اسلام کے منکر اس بات کو سمجھتے نہیں کہ آسمان اور زمین شروع میں ایک گولہ کی طرح تھے پھر ہم نے اُن کو پھاڑ کر ایک نظامِ شمسی قائم کر دیا اور شروع سے ہی ہمارا یہ طریق چلا آ رہا ہے کہ ہم پانی سے ہر چیز زندہ کیا کرتے ہیں کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے؟''

(انوار العلوم جلد 20 دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 488 تا 489)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین وہ ہے کہ جس کے اندر جَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ کہ جس میں ہم نے ایک ایسا پانی پیدا کیا ہے جس پر حیات کا مدار ہے یعنی ہر دنیوی مخلوق کی زندگی کا انحصار پانی پر ہے یہ زندگی شجر کی ہے تب بھی اور اگر حجر کی ہے تب بھی اس کا مدار پانی پر ہے۔ پتھروں کے ذرّے آپس میں نمی کی وجہ سے مل کر ٹھوس شکل میں نظر آتے ہیں اگر ان میں نمی نہ ہو تو یہ ریزہ ریزہ ہوجائیں۔ یہ ہیرا ہیرا نہ رہے۔ غرض یہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہے جس کی بدولت دنیا کی ہر چیز حیات پاتی ہے۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی وجہ سے یہ جلوہ معرضِ تعطّل میں پڑ جائے تو پانی کے بند ہو جانے سے اجزائے عناصر میں ایسا انتشار پیدا ہو جائے کہ جس سے زندگی اور بقا ممکن ہی نہ رہے''۔

(انوار القرآن جلد 2، صفحہ 489)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کے ساتھ جو یہ ذکر فرمایا: وَ کَانَ عَرۡشُہٗ عَلَی الۡمَآءِ خدا کا عرش پانی پر تھا۔ تو پانی پر عرش سے مراد کیا ہے؟ دوسری جگہ اللہ فرماتا ہے وَ جَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ (الانبیا:31)۔ خدا نے پانی ہی سے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ پس پانی سے زندگی کا تعلق ہے اور زندگی کا شعور سے تعلق ہے۔ شعور کے بغیر خدا دکھائی ہی نہیں دے سکتا۔ پس باشعور طور پر خدا کے وجود کا احساس زندگی پر منحصر ہے ... اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کے ساتھ جو یہ ذکر فرمادیا: وَ کَانَ عَرۡشُہٗ عَلَی الۡمَآءِ خدا کا عرش پانی پر تھا کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے آغاز آفرینش ہی سے پانی کو وہ صفات عطا کر دی تھیں جن سے زندگی پیدا ہوئی تھی، جن سے شعور رونما ہونا تھا اور پھر اس شعور نے خدا تعالیٰ کی صفات کو دیکھنا تھا اور اس جلوہ گری کے لئے اپنے آپ کو اس کے حضور پیش کر دینا تھا''۔ (خطبہ جمعہ 13 اکتوبر 1995ء، خطبات طاہر جلد 14 صفحہ 774)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

''زمین کی زندگی میں پانی کا بڑا اہم کردار ہے۔ جب زمین میں زندگی نہیں تھی اور زمین میں شدید حرارت تھی۔ اس وقت کہتے ہیں کہ بعض خاص قسم کے بیکٹیریا موجود تھے لیکن یہ عمومی زندگی جو اب ہے یہ اس میں پنپ نہیں سکتی تھی۔ تو اس وقت پانی کے ذریعے سے اس میں زندگی کے سامان پیدا کئے۔ مسلسل بارشوں نے زمین کو اس قابل بنایا کہ اس میں موجودہ زندگی پیدا ہو سکے اور یہ سب خدا تعالیٰ کا منصوبہ تھا جس کے تحت اس نے کائنات اور تمام نظاموں کی تخلیق کی۔ ... پس اس بات پر غور کرو اور خدا تعالیٰ کی طرف جھکو''۔

(خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 2016-217، خطبہ جمعہ فرمودہ 7 مئی 2010ء)

مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر

شرط تقویٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اس وقت پر
شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر کچھ دن اور قرار

فضل کے ہاتھوں سے اب اِس وقت کر میری مدد
کشتی اسلام تا ہو جائے اِس طوفاں سے پار

ایک عالَم مَر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اب میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا
آ گیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار

اَے خدا بِن تیرے ہو یہ آبپاشی کس طرح
جل گیا ہے باغِ تقویٰ دیں کی ہے اب اِک مزار

سَر پہ اک سورج چمکتا ہے مگر آنکھیں ہیں بند
مَرتے ہیں بِن آب وہ اور در پہ نہر خوشگوار

سب پیاسوں سے نِکوتر تیرے مُنہ کی ہے پیاس
جس کا دِل اس سے ہے بریاں پا گیا وُہ آبشار

مجھ کو خود اس نے دیا ہے چشمۂ توحیدِ پاک
تا لگاوے از سر نَو باغِ دیں میں لالہ زار

مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
مَیں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربِّ ذُوالمِنَن
یہ شجر آخر کبھی اِس نہر سے لائیں گے بار

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حَیف ہے
سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار

(انتخاب از درثمین ''مُناجات اور تبلیغ حق'')

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

روحانی و جسمانی زندگی میں پانی کا کردار

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات و خطابات میں سے چند اقتباسات

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 7 مئی 2010ء میں فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو ایک پیغام دیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو جو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو اس کی پرورش کے لئے اپنی نعمتیں بھی اتاری ہیں۔ یہ مت خیال کرو کہ تمہیں جو رزق مہیا ہو رہا ہے یہ اللہ کے سوا کوئی اور مہیا کر رہا ہے۔ اس رزق کا پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے جو رب العالمین ہے۔ زمین جو رزق تمہارے لئے پیدا کر رہی ہے اس رزق کے پیدا کرنے کے لئے بھی آسمان کی مدد کی ضرورت ہے۔ آسمانی پانی نہ ہو تو زمینی پانی بھی خشک ہو جاتا ہے۔ پس زمین سے رزق پیدا کرنے والا بھی خدا ہے اور آسمان سے ان ذرائع کا پیدا کرنے والا بھی خدا ہے جو زمینی رزق پیدا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُکُمۡ غَوۡرًا فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ (الملک:31) تو کہہ بتاؤ تو سہی کہ اگر تمہارا پانی زمین کی گہرائی میں غائب ہو جائے تو بہنے والا پانی تمہارے پاس خدا کے سوا اور کون لائے گا؟ پس زمین کے چشمے، پہاڑوں پر برف، بارشیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔ پھر زمینی زندگی کے لئے، انسانیت کی بقا کے لئے سورج، چاند اور دوسرے سیارے ہیں یہ بھی ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں اور یہ سب خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اس میں یہ بھی واضح کر دیا کہ جس طرح تمہاری دنیاوی زندگی اور تمام نعمتوں کا خالق خدا ہے اسی طرح تمہاری روحانی زندگی میں بھی خدا تعالیٰ نے سامان کئے ہیں۔ اور یہ روحانی اور دنیاوی زندگی کے سامان ایک نیک فطرت انسان سے یہ تقاضا کرتے ہیں کہ ایک خدا کی عبادت کی جائے جس نے جسمانی اور روحانی زندگی کے سامان پیدا فرمائے۔ یہ بھی فرمایا کہ ہمیشہ یاد رکھو کہ یہ دنیاوی رزق تو عارضی رزق ہے۔ اصلی رزق وہ روحانی رزق ہے جو دائمی رہنے والا ہے۔ جو آخرت میں کام آنے والا ہے۔ اور یہ اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک کہ کامل موحد نہیں بنتے، جب تک صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والے نہیں بنتے۔ پس یہ اصل ہے جس کو سمجھنے کی ہمیں بھی ضرورت ہے اور دنیا کو سمجھانے کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے روحانی سامانوں کی تخلیق میں انبیاء کا وجود ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ اظہار خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر فرمایا، جو ہر لحاظ سے خدا تعالیٰ کی کامل تخلیق کا ایک نمونہ ہیں، جو انسانِ کامل کہلائے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حقیقی اظہار چاہے

وہ دنیاوی ہیں یا روحانی ہیں آپ کے اسوہ پر چل کر ہی ہوسکتا ہے جس کو ہم نے بھی اپنے سامنے رکھنا ہے اور دنیا کو بھی بتانا ہے۔ پس یہ چیز ہے جو بہت اہم ہے۔ خدا کرے کہ ہم اس مقصد کو ادا کرنے والے بھی ہوں اور دنیا اس چیز کو سمجھنے والی بھی ہو اور اللہ کا عبد بنے۔

پھر ایک جگہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَمَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ اَنۡزَلَ لَکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنۡۢبَتۡنَا بِہٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَہۡجَۃٍ ۚ مَا کَانَ لَکُمۡ اَنۡ تُنۡۢبِتُوۡا شَجَرَہَا ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ بَلۡ ہُمۡ قَوۡمٌ یَّعۡدِلُوۡنَ (النمل:61) کہ یہ بتاؤ کہ کون ہے وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا۔ اور اس کے ذریعہ ہم نے پُررونق باغات اگائے۔ تمہارے بس میں تو نہ تھا کہ تم ان کے درخت پروان چڑھاتے۔ پس کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟۔ (نہیں، نہیں)۔ بلکہ وہ ناانصافی کرنے والے لوگ ہیں۔ پس ہمیں اس طرف توجہ دلائی کہ زمینی اور آسمانی نظام پر غور کرو۔ اگر انصاف اور عقل کو استعمال کرو گے تو اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ایک خدا ہے۔ اور پھر پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ وَ اَنۡزَلَ لَکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً کہ تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا ہے تا کہ تمہاری زندگی قائم رہ سکے۔ پہلے بھی بیان کر کے آیا ہوں کہ اگر تمہارا پانی زمین میں غائب ہو جائے تو کیا کرو گے؟ کون اسے لا سکتا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کا ثبوت دیا ہے کہ پانی بھیجنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ زمین کی زندگی میں پانی کا بڑا اہم کردار ہے۔ جب زمین میں زندگی نہیں تھی اور زمین میں شدید حرارت تھی۔ اس وقت کہتے ہیں کہ بعض خاص قسم کے بیکٹیریا موجود تھے لیکن یہ عمومی زندگی جو اَب ہے یہ اس میں پنپ نہیں سکتی تھی۔ تو اس وقت پانی کے ذریعے سے اس میں زندگی کے سامان پیدا کئے۔ مسلسل بارشوں نے زمین کو اس قابل بنایا کہ اس میں موجودہ زندگی پیدا ہو سکے اور یہ سب خدا تعالیٰ کا منصوبہ تھا جس کے تحت اس نے کائنات اور تمام نظاموں کی تخلیق کی۔ فرمایا کہ یہ پُررونق باغات یہ تمہارے ماحول کی صفائی، صحت اور خوراک مہیا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے اور اس پانی کے ذریعہ پیدا کیا ہے جو آسمان سے اترا اور ایک مسلسل عمل ہے جو زمین سے پانی کو اوپر لے جاتا ہے اور پھر صاف مصفّٰی پانی اور زندگی بخش پانی انسانی زندگی کی بقا کے لئے زمین پر اترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تمہارے بس میں نہیں تھا کہ زمینی زندگی کے سامان کر سکتے۔ پس اس بات پر غور کرو اور خدا تعالیٰ کی طرف جھکو۔ اس میں اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی گئی جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ اگر خدا تعالیٰ نے جسمانی ضروریات کے سامان مہیا فرمائے ہیں اور اپنی صفتِ ربوبیت کے تحت ہماری پیدائش کے سامان پیدا فرما رہا ہے تو انسانی پیدائش کا جو یہ مقصد ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والا بنے، اس کے لئے کیوں انتظام نہ فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس مقصد کی یاددہانی کے لئے انبیاء کا نظام ہے جو اس طرف توجہ کرواتا ہے۔ وہ روحانی پانی انبیاء کے ذریعے نازل ہوتا ہے۔ جس طرح بارش کا پانی نازل ہونے سے، اترنے سے زمین میں روئیدگی پیدا ہوتی ہے فصلیں باغات اپنا جوبن دکھاتے ہیں تو ساتھ ہی ایسی نباتات بھی نکل آتی ہیں۔ ایسی جڑی بوٹیاں بھی نکل آتی ہیں جو ان فصلوں کے لئے نقصان دہ ہوتی ہیں۔ زمیندار اس کو جانتے ہیں اور بعض دفعہ بعض فصلوں میں اس قدر جڑی بوٹیاں ہوتی ہیں کہ تلف کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اصل فصل جو ہے وہ دَب جاتی ہے۔ اب تو ترقی یافتہ ممالک میں دوائیں چھڑک کر ان بوٹیوں کو ختم کیا جاتا ہے لیکن بہرحال دنیا کے ممالک ایسے بھی ہیں جہاں کے زمیندار جو محنت نہیں کرتے ان بارشوں کی وجہ سے جو بوٹیاں اگتی ہیں اس سے ان کا نقصان بھی ہوتا ہے یا بعض دفعہ اتنی زیادہ ہوتی ہیں کہ ختم کر ہی نہیں سکتے۔ تو وہی بارش جو بارش سے صحیح فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے ایک کو فائدہ دے رہی ہوتی ہے تو دوسرے کو اس بارش سے نقصان پہنچ رہا ہوتا ہے۔ روحانی زندگی میں بھی یہی حال ہے۔ انبیاء کے آنے سے جو روحانی بارش ہوتی ہے اس سے نیک فطرت اور محنتی تو فائدہ اٹھاتے ہیں اور مخالفت میں پڑنے والے اور دین سے لاتعلق محروم رہ جاتے ہیں اور نہ صرف محروم رہ جاتے ہیں بلکہ اپنی عاقبت برباد کرنے والے بن جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ غریب تو اس بارش سے فائدہ اٹھانے والے بنے اور فائدہ اٹھا کر رضی اللہ عنہ کا درجہ پا گئے۔ لیکن بعض سرداران دنیا میں بھی اپنے بدانجام کو پہنچے اور آخرت میں بھی ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے عذاب کی خبریں ہی دی ہیں تو اس کا بھی یہی حال ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جو روحانی پانی اتارا ہے آنحضرت ﷺ کے جو عاشقِ صادق ہیں ان سے جنہوں نے فائدہ اٹھایا انہوں نے خدا تعالیٰ کی محبّت اور سلوک کے نظارے دیکھے۔ اپنی زندگیوں میں اپنی خوبصورتی اور اپنی روحانیت کو بڑھتے پھلتے پھولتے دیکھا۔ جو مخالفین تھے وہ اس آسمانی پانی سے محروم رہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں اترا۔ جڑی بوٹیاں بھی بے شک بڑھیں لیکن پاک فطرتوں کی ایمانی حالت کے باغات ان سے پاک صاف رہ کر ایمان اور ایقان میں ترقی کرتے چلے گئے۔ آنحضرت ﷺ کے طفیل آپ کے اس غلامِ صادق کا زمانہ بھی تا قیامت ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ مخالفتوں کی جڑی بوٹیاں بھی سر اٹھاتی رہتی ہیں۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل کیا ہے جو آسمان سے اس زمانے میں یہ پانی اتارا ہے جس نے تمہارے دلوں کے باغات کو سیراب کیا ہے اس سے ہمیشہ صحیح فائدہ اٹھاتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو تمہیں ہدایت ملی ہے اس کی قدر کرو۔ اپنے تقویٰ اور اعمال کے درختوں کو اس پانی سے سینچتے رہو۔ قرآنی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو رکھو اور لاگو رکھنے کی کوشش کرتے رہو۔ خدائے واحد کی عبادت کی طرف توجہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہو۔ جس طرح ہوا سے بعض دفعہ خراب کھیتوں کے، جڑی بوٹیوں کے بیج اچھے کھیتوں میں بھی آجاتے ہیں اور آئندہ نقصان پہنچانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں تو اچھے زمیندار جب انہیں اپنے کھیتوں میں اُگتا دیکھتے ہیں تو فوراً تلف کرنے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح اپنے دلوں کے کھیتوں کی صفائی کرتے رہو کیونکہ دنیاوی باتیں اس دنیا کے ماحول میں رہنے کی وجہ سے اثر انداز ہوتی رہتی ہیں تبھی تم اپنے

حقیقی خالق ومالک کے عبد بننے کا حق ادا کرنے والے بن سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے بس میں نہیں ہے کہ تم اعمالِ صالحہ کے باغوں کو پروان چڑھاؤ۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔ پس اس بات کی قدر کرو اور اللہ تعالیٰ کو معبودِ حقیقی سمجھو۔ اس کی عبادت سے کبھی غافل نہ ہو۔

(خطباتِ مسرور جلد ہشتم صفحہ 215 تا 218)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 8؍ اکتوبر 2022ء کو مسجد بیت الاکرام ڈیلس (امریکہ) کی افتتاحی تقریب میں جماعت احمدیہ کی خدمت انسانیت کا ذکر کرتے ہوئے مہمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”ہم نے Water for Life جیسے پروگرام بھی شروع کیے ہیں، جس کے تحت دنیا کے دورافتادہ علاقوں میں پینے کا صاف پانی مہیا کیا جاتا ہے۔ گو صاف پانی کے ایک گلاس کو ہم معمولی سمجھتے ہیں لیکن ترقی پذیر دنیا کے لاکھوں لوگوں کے لیے یہ زندگی بدل دینے والا اور انقلابی تجربہ ہے۔ اسی نہج پر ہم بہت سے دیگر فلاحی کام کر رہے ہیں اور ان کے ذریعہ مستقل بنیادوں پر خدمتِ انسانیت میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر ہم قدرتی آفات سے متاثرہ علاقوں میں ریلیف ٹیمیں بھجواتے ہیں، جو تکلیف میں مبتلا افراد کو بنیادی اشیائے ضرورت، امداد اور علاج فراہم کرتی ہیں اور یہ تمام خدمت بلاتفریق قوم، زبان، مذہب اور عقیدہ کے کی جاتی ہے۔ ہم اس تمام خدمت کے بدلہ کوئی انعام نہیں چاہتے، ہمارا واحد مقصد اور دلی خواہش بنی نوع انسان کی تکلیف دور کرنا ہے۔ ہمارا مطلوب ومقصود خدمتِ انسانیت ہے کیونکہ اسلام نے ہمیں سکھایا ہے کہ ہم نہ صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کریں بلکہ اس کی مخلوق کے بھی حقوق ادا کریں۔

(الفضل انٹرنیشنل 27؍ دسمبر 2022ء صفحہ 55)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے IAAAE کے سالانہ سمپوزیم 2022ء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”الحمدللہ ایسوسی ایشن نے پچھلے سالوں میں بہت ہی شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ اگر اس کے قیام سے جائزہ لیا جائے تو اب ان کے کاموں کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا ہے۔ IAAAE اب جدید ترین خطوط پر کام کر رہی ہے اور دنیا کے مختلف ممالک میں واٹر فار لائف اور سولر سسٹم کی سہولتیں مہیا کر رہی ہے۔ ماڈل ویلج پراجیکٹس بھی کم سے کم قیمت پر مکمل کیے جا رہے ہیں جو کہ انسانیت کی عظیم خدمت ہے۔ مجھے علم ہے کہ آپ کے ممبران بے انتہا محنت سے کام کر رہے ہیں اور سستے سے سستے آلات خریدنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گزشتہ دو سال میں نو ممالک کے لوگوں نے واٹر فار لائف پراجیکٹ سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ افریقہ کے دُور دراز ممالک میں صاف پانی کی سہولت نہ ہونے کے برابر ہے اور IAAAE ایسے علاقوں میں صاف پانی لوگوں کے گھروں تک پہنچا رہی ہے جس سے اُن لوگوں کی خوشی قابل دید ہے۔ اسی طرح سولر سسٹم کے ذریعہ بھی لوگوں کے گھروں میں نہ صرف روشنی کا انتظام کیا گیا بلکہ میڈیا تک رسائی کی سہولت بھی مہیا کی گئی جس سے اب اُن لوگوں کو دنیا کے اصل حالات کا اندازہ ہو رہا ہے۔ چند سال قبل میں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ IAAAE دنیا کے دور دراز علاقوں میں پینے کا صاف پانی پہنچانے کا انتظام کرے۔ یہ میرے لیے خوشی کا باعث ہے کہ آپ نے اس بارہ میں اچھا کام کیا ہے“۔ (مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 11؍ مارچ 2022ء)

آہِ فقیر سے مرے اَشک اُبل اُبل پڑے

دشت طلب میں جا بجا، بادلوں کے ہیں دَل پڑے
کاش! کسی کے دل سے تو چشمۂ فیض اُبل پڑے

بے آسراؤں کے لئے کوئی تو اَشکبار ہو
پیاس بجھے غریب کی تشنہ لبوں کو کَل پڑے

بادِ سموم سے چمن، دَردوں دُکھوں سے لد گیا
آہِ فقیر سے مرے اَشک اُبل اُبل پڑے

چشمِ حزیں کے پار اُدھر۔ دردِ نہاں کی جھیل پر
کھلتے ہیں کیوں کسے خبر، حسرتوں کے کنول پڑے

سود و زیاں سرور و غم، روشنیوں کے زیر و بم
آس بجھے تو یاس کے دیپ کی لو اُچھل پڑے

چاند نے پی ہوئی تھی رات، ڈول رہی تھی کائنات
نور کی مے اُتر رہی تھی، عرش سے جیسے طَل پڑے

بن گئی بزمِ شش جہات میکدۂ تجلیات
دَیر و حرم کو چھوڑ کر رند نکل نکل پڑے

صبر کا درس ہو چکا، اب ذرا حالِ دل سنا
کہتے ہیں تجھ کو ناصحا، چین نہ ایک پل پڑے

آنکھ میں پھانس کی طرح ہجر کی شب اَٹک گئی
اے مرے آفتاب! آ۔ رات ٹلے تو کَل پڑے

(کلام طاہر آیڈیشن 2004ء صفحہ 53-54)

تعارف کتب

مرتبہ: اویس احمد باجوہ، مربی سلسلہ

الہام، عقل، علم اور سچائی

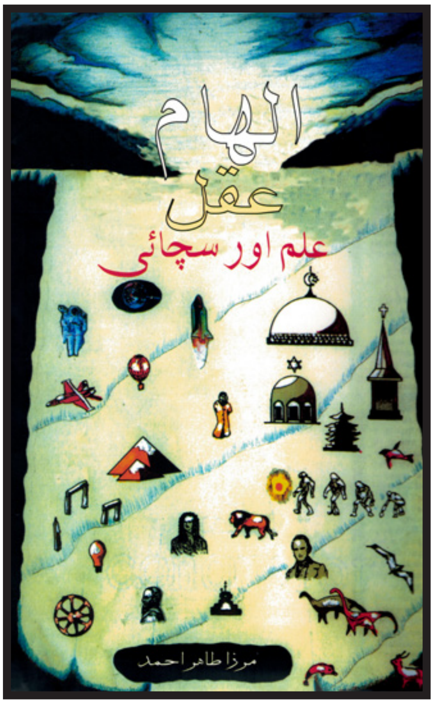

زیر نظر کتاب کا جرمن ترجمہ کرنے کی سعادت مکرم طارق حبیب گڈت صاحب اور مکرمہ فریدہ ثروت صاحبہ کے حصّہ آئی، فجزاہم اللہ

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی معرکہ آرا انگریزی تصنیف Revelation, Rationality, Knowledge and Truth کا آغاز مکرم مسعود احمد جہلمی صاحب سابق مبلغ انچارج سوئٹزرلینڈ کی ایک تجویز سے ہوا جو انہوں نے زیورک یونیورسٹی میں علم الملل کے پروفیسر ڈاکٹر کارل ہیننگ کو پیش کی۔ چنانچہ پروفیسر موصوف کے ساتھ تبادلہ خیال کے بعد یونیورسٹی کے اسی آڈیٹوریم میں لیکچر کا انتظام ہوگیا جہاں 1946ء میں سر ونسٹن چرچل نے ایک تاریخی خطاب کیا تھا۔

حضور رحمہ اللہ کا اردو میں تحریر کردہ لیکچر 14 جون 1987ء کو مکرم شیخ ناصر احمد صاحب نے جرمن زبان میں پڑھا جسے سننے کے لئے اس قدر طلبہ کھنچے چلے آئے تھے کہ نہ صرف آڈیٹوریم بلکہ ایک دوسرے ہال میں بھی سامعین کے لئے انتظام کرنا پڑا تھا۔ بعدازاں سوال وجواب میں بھی سامعین نے غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا۔ اس سے پر مزید کام جاری رہا اور بالآخر 1998ء میں انگریزی میں کتابی صورت میں شائع ہوئی۔

اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ الہام علم کی ترقی کے لئے کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ نیز بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم علم کا ایک ایسا خزانہ ہے جس کے درست استعمال سے کائنات کے سربستہ رازوں کا پتہ لگانے میں مدد مل سکتی ہے۔ یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے۔ کیا وحی انسانی معاملات میں کوئی اہم کردار ادا کرتی ہے؟ کیا عقل انسان کو درپیش تمام مسائل کے حل کے لیے کافی نہیں؟ ایسے بے شمار سوالات نہایت باریک بینی سے زیر بحث لائے گئے ہیں۔ نیز مختلف موضوعات پر بحث کی گئی ہے، جن میں مختلف مذاہب میں وحی کا تصور، فلسفے کی تاریخ، کائنات کے اسرار، خلائی زندگی، زمین پر زندگی کا مستقبل، قدرتی انتخاب اور اس کا ارتقاء میں کردار شامل ہیں۔ اس کے علاوہ، مختلف مذاہب کے نظریہ کے مطابق آنے والے مسیحا یا دیگر عالمی مصلحین کے ظہور پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی طرح، انسانی ذہن کو زمانہ قدیم سے تجسس میں رکھنے والے دیگر موضوعات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ پروفیسر ڈاکنز کی کتاب The Blind Watchmaker میں درج نظریہ ''بغیر خالق کے تخلیق'' پر ایک مکمل باب بھی موجود ہے جس میں اس کے بیان کردہ دلائل کی تردید کی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں ایک باب ختم نبوت کے موضوع پر بھی ہے۔

کتاب کے تتمّہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''انسان ہمیشہ وحی الٰہی کا محتاج رہے گا۔ سلسلۂ نبوت کے بعد وحی الٰہی ہی تمام عقلی اور فلسفیانہ تحقیق کی موشگافیوں سے الگ ایمان کی شمع کو روشن رکھتی ہے۔ اسی سے انسان کو زندہ خدا کے وجود پر یقین نصیب ہوتا ہے۔ ... الہامِ الٰہی نہ صرف ایمان کو جلا بخشتا اور روح کو منوّر کر دیتا ہے بلکہ ایمان میں زندگی کی روح بھی پھونک دیتا ہے۔ مادہ پرستی کے اس گھپ اندھیرے میں جب دہریت، مایوسی اور قنوطیت میں مزید اضافہ کر دیتی ہے تو اس وقت صرف الہامِ الٰہی ہی ہے جو روشنی کا پیامبر بن کر ناامیدی کو اُمید میں اور کفر کے اندھیرے کو ایمان کی روشنی میں بدل دیتا ہے۔ جو مقام دن کے وقت سورج کو حاصل ہے وہی مقام مذہب میں نبی کو حاصل ہے۔ اسی طرح جو تعلق ستاروں کا اندھیری رات سے ہے بعینہٖ وہی تعلق وحی کا کفر کی تاریکی سے ہے۔ الہامِ الٰہی سے انکار اور نبوت کی نفی سے قیامت اور یقینی ہلاکت کے سوا کچھ بھی تو باقی نہیں بچتا''۔ (صفحہ 625)

حضورؒ کی اس انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ ''الہام، عقل، علم اور سچائی'' ہے جو 2007ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آیا۔ یہ کتاب 625 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس عظیم کتاب کے ترجمہ کی ذمہ داری حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے وکالت تصنیف کو سونپی جنہوں نے حضورؒ کے ارشاد پر ہی کتاب کے مختلف حصوں کے ترجمہ کا کام جماعت کے مختلف اہلِ علم احباب وخواتین کے سپرد کیا جنہوں نے نہایت محنت اور اخلاص سے ترجمہ کیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ

زندگی کا آغاز
قرآن کریم اور سائنس کی روشنی میں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تصنیف لطیف ''الہام، عقل علم اور سچائی'' کے باب 'ارتقا میں چکنی مٹی اور ضیائی تالیف کا کردار' میں سے ایک اقتباس

"آگ کا ذکر تو کافی ہو چکا اب اس کے بالمقابل زندگی کی تخلیق میں پانی کے کردار کا مطالعہ کرتے ہیں۔

جِنّوں کا دَور ختم ہوا اور ایک بالکل مختلف دَور کا آغاز ہوا جو جِنّوں کے زمانہ اور ضیائی تالیف (Photosynthesis) کے مابین واقع ہے۔ اس درمیانی عرصہ میں وہ مادہ تیار ہوا جو آئندہ زندگی کی تخلیق کے لیے ضروری تھا۔ اس دَور میں گزرنے والے تخلیقی مراحل کا صحیح اندازہ درج ذیل بیان کے بغور مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔

کیمیا کی دو ہی بڑی شاخیں ہیں۔ غیر نامیاتی کیمیا اور نامیاتی کیمیا۔ غیر نامیاتی کیمیا کا تعلق ان مرکبات سے ہے جو معدنی صفات تو رکھتے ہیں لیکن ان کی پیدائش میں حیات کا عمل دخل نہیں ہوتا اور نہ ہی کاربن کی موجودگی کی وجہ سے ان کو نامیاتی قرار دیا جا سکتا ہے۔ پانی، خوردنی نمک اور پوٹاشیم غیر نامیاتی اس لئے کہلاتے ہیں کہ یہ زندہ خلیوں کے علاوہ بھی تقریباً ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ بھی غیر نامیاتی ہے اگرچہ یہ خلیوں کے عمل تنفس کے دوران بنتی ہے۔

کاربن ڈائی آکسائیڈ کے علاوہ جو ایک غیر نامیاتی مرکب ہے، کاربن تمام نامیاتی مرکبات میں پایا جاتا ہے اور ضروری نہیں کہ یہ مرکبات جاندار اجسام سے وجود میں آئے ہوں۔

یہ باب ان تمام ابتدائی مراحل سے بحث کرتا ہے جو حیات کی ابتدائی اکائی کی تخلیق کے لئے ضروری تھے۔

اس درمیانی اور نازک مرحلہ کے متعلق قرآن کریم کے بیان کو یہاں ہم اپنے الفاظ میں پیش کرتے ہیں یعنی یہ کہ آگ سے پیدا ہونے والے قدیم ترین بیکٹیریا کے دور کے بعد پانی نے ان سالموں کی تشکیل میں بڑا اہم کردار ادا کیا جو زندگی کی مختلف شکلوں کی تیاری کے لیے ضروری تھے۔

بعض چوٹی کے سائنسدانوں نے اس معمہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے کہ زمین پر زندگی سے قبل نامیاتی مرکبات کیسے وجود میں آئے۔ اصل مشکل یہ پیش آئی کہ تمام نامیاتی مرکبات تو خود زندگی کی پیداوار ہیں۔ سمندر یا خشکی پر یہ مرکبات پہلے پہل کیسے وجود میں آئے جبکہ اس زمانہ میں صرف غیر نامیاتی مرکبات

ہی موجود تھے۔ اُس وقت جدید تجربہ گاہیں تو تھیں نہیں جو غیر نامیاتی سے نامیاتی مرکبات بنا سکتیں جیسا کہ آجکل کی جدید ادویہ سازی میں ہوتا ہے۔ ابتدائی کام کرنے والے عظیم سائنسدانوں برنل (Bernal)، ہالڈین (Holdane)، ڈکرسن (Dickerson)، ملر (Miller)، یوری (Urey)، کیرنز سمتھ (Cairns-Smith) اور اوپرِن (Oparin) وغیرہ کو خراج تحسین پیش کیا جانا چاہئے کہ انہوں نے لیبارٹری سے باہر کے حالات میں، جو ان کے قابو میں نہیں تھے، غیر نامیاتی مرکبات کے نامیاتی مرکبات میں تبدیل ہو جانے کی گتھی کو سلجھانے کی کوشش کی۔ ذیل میں ان کامیابیوں اور ناکامیوں کی حیرت انگیز داستان درج ہے۔ ناکامیوں کا اعتراف انہوں نے خود کیا ہے جو ان کی عظمت کی دلیل ہے۔ اس باب میں ان کی کاوشوں کا ذکر ہے کہ کس طرح انہوں نے ان معمّوں کو حل کرنے کی کوشش کی اور دورانِ تحقیق کیسے کیسے مختلف حل خود بخود ان کے سامنے آتے چلے گئے۔ یہ صرف حیاتیاتی کیمیا کے عظیم کارناموں کی داستان نہیں بلکہ ہم آپ کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ جو سائنسی تحقیق بھی اس موضوع پر کی گئی وہ قرآنِ کریم کے مذکورہ بالا بیان کی مصدق ہے۔

یہ تحقیق دراصل ان نامیاتی مرکبات کے گرد گھومتی ہے جن کا تعلق حیات سے ہے اور اس میں صرف یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کی ابتداء پانی سے ہوئی تھی۔ یہ سائنسدان صرف اسی حد تک قرآنِ کریم سے متفق ہیں۔ مگر قرآنِ کریم تو اس کے علاوہ ایک علیحدہ آغاز کا بھی ذکر کرتا ہے جو خشکی پر ہوا۔

بات دراصل یہ ہے کہ اگرچہ نامیاتی مرکبات زمانہ قبل از تاریخ کے قدیم سمندروں کے آبی محلول میں ہی بنے ہوں گے۔ مگر وہ آب پاشیدگی (Hydrolysis) کے عمل کے باعث اپنی پہلی حالت میں واپس لوٹ جاتے ہوں گے۔ اس اشکال کو حل کرنے کے لیے کوئی نظریہ پیش کرنا کہ ادنیٰ درجہ کے نامیاتی مرکبات پرانی حالت میں لوٹ جانے کی بجائے بہتر سے بہتر ہوتے چلے گئے، ایک چیلنج تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ابتدائی نامیاتی مواد کی پانی میں موجودگی کے باعث ہائیڈروجن ایٹم کے نئے کیمیکلز میں منتقل ہونے سے مادہ ہمیشہ ہی اپنی پہلی اور سادہ حالت میں واپس لوٹ جاتا ہو گا اور نامیاتی مرکبات کے بننے اور ٹوٹنے کا یہ گھن چکر مسلسل جاری رہتا ہو گا۔ سائنسی طرز بیان سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لیے ہم اس عمل کو درج ذیل انداز سے بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

زندگی کے اجزائے ترکیبی کے لئے درکار تمام کے تمام امینوایسڈ (Amino acids)، ایلڈی ہائڈز (Aldehydes) ایک معروف عمل کے ذریعہ معرض وجود میں آتے ہیں جسے Strecker Synthesis کہا جاتا ہے اور جو دو مراحل میں مکمل ہوتا ہے۔ پہلے مرحلہ میں ایلڈی ہائیڈ، ایمونیا اور HCN کے آمیزہ سے مل کر Aminonitrile بنتا ہے جس کی آب پاشیدگی سے دوسرے مرحلہ میں Amino acid بنتا ہے۔

لیکن دِقّت یہ ہے کہ Strecker Synthesis کے یہ دونوں مراحل اپنی پہلی حالت میں واپس لَوٹ سکتے ہیں۔ سائنسدانوں کے لیے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ ان غیر متوازن ابتدائی مرکبات کا ارتقا کیسے ممکن ہوا۔ اگرچہ اس معمّہ کے متعدد حل پیش کئے گئے ہیں مگر ان سے یہ گتھی سلجھنے کی بجائے مزید الجھتی چلی گئی۔

اکثر سائنسدان اس نظریہ کے حامی ہوتے جا رہے ہیں کہ اس عمل میں کہیں نہ کہیں خشکی کا کوئی ایسا دور ضرور آیا ہو گا جس میں Primordial Soup یعنی زمانہ قبل از تاریخ والے ’سوپ‘ یا شوربہ کے ابتدائی غیر متوازن نامیاتی مرکبات اعلیٰ درجہ کے متوازن اور غیر مبدّل نامیاتی مرکبات میں تبدیل ہوئے ہوں گے۔ نیز ابتدائی امینوایسڈ میں سے پروٹین اور نیوکلیک ایسڈ (Nucleic Acid) کے بننے کے لیے لازمی ہے کہ پانی کا ایک مالیکیول Amino acid کے مالیکیول اور Nucleotides کے ہر جوڑے میں سے خارج ہو جائے۔ اس عمل کو کثیر الترکیبہ سازی کہتے ہیں۔ مگر دِقّت یہ ہے کہ چونکہ یہ تمام عمل سمندر میں ہوا تھا اس لئے ضروری تھا کہ پانی کی موجودگی کی وجہ سے یہ ردِّ عمل واپس عمل کی طرف لَوٹ جاتا اور کثیر الترکیبہ سازی کا عمل ختم ہو کر رہ جاتا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس قدیمی محلول میں ہر سالمہ (Molecule) کو پانی میں ہی خشک (Dehydrate) ہو جانا چاہئے تھا۔ یہ عمل اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ اگر آمیزہ کو لیبارٹری میں خشک ہونے دیا جائے تو عمل تکثیف (Condensation Reaction) کے نتائج اکثر و بیشتر بہتر ہوتے ہیں۔ اس مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی محلول ساحل کی ریت، پتھر اور کیچڑ سے ٹکرانے کے بعد ہی خشک ہوا ہو گا۔ عین ممکن ہے کہ ابتدائی محلول کا ساحل سے یوں ٹکرانا اس اہم ضرورت کے تحت ہو تا کہ پانی میں بننے والے ابتدائی ادنیٰ مرکبات کا ارتقا ایسے اعلیٰ مرکبات کی صورت میں ہو سکے جو واپس اپنی ادنیٰ حالت کی طرف نہ لوٹ سکیں۔

اس بارہ میں پیش کئے جانے والے نظریات میں سے سب سے زیادہ دلچسپ اور قابل قبول وہ نظریات ہیں جو سیلیکا (Silica) اور چکنی مٹی کے ذریعہ سطح پر ہونے والے عمل انگیز (Catalyst) کو پیش کرتے ہیں۔ اس کی نشاندہی سب سے پہلے جان برنل (John Bernal) نے 1951ء میں کی۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب The Physical Basis of Life میں لکھتے ہیں:

’’چکنی مٹی، کیچڑ اور غیر نامیاتی قلمیں (Crystals) وہ طاقتور ذریعہ ہیں جن کے ارتکاز اور تکثیر (Polymerize) سے نامیاتی مادے تشکیل پاتے ہیں‘‘[1]۔

اس نظریہ کی مقبولیت میں آج تک کمی نہیں آئی۔

’’...سڈنی۔ ڈبلیو۔ فاکس (Sydney,W Fox) نے تجربات سے ثابت کیا کہ امینوایسڈ کرۂ ارض کے قدیمی

1- BARBIERI, M. (1985) The Semantic Theory of Evolution. Harwood Academic Publishers: p.86

حالات میں بھی بآسانی کثیرالترکیبہ سازی یا عمل تکثیر سے پولی پیپٹائڈز (Polypeptides) بن جاتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ یہ عمل برقی اخراج سے حاصل ہونے والی توانائی سے یا حرارت سے یا بعض اقسام کی چکنی مٹی اور پولی فاسفیٹ(Polyphosphates) کے باہم ملنے سے ظہور میں آتا ہو،،[2]۔

کیرنز سمتھ (Cairns-Smith) نے اس نظریہ کو مزید آگے بڑھایا۔ برنل (Bernal) کا خیال تھا کہ چکنی مٹی کے علاوہ نامیاتی سالموں کی تشکیل والے Silicon کی موجودگی بھی ضروری تھی جبکہ کیرنز سمتھ کے نزدیک غالباً چکنی مٹی ہی سے ضروری نامیاتی مرکبات بنے ہوں گے۔ ان کے 1966ء کے تحقیقی مقالہ کے آغاز میں ہی اس نظریہ کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔

تاہم بعض سائنسدان اس بات پر مصر ہیں کہ نامیاتی مواد کا ارتقا پانی کے بغیر ہوا ہوگا۔ کیونکہ اگر پانی ہوتا تو آب پاشیدگی کے مسلسل عمل کے باعث یہ مواد اپنی پہلی حالت میں لوٹ جانے کے چکر سے نکل نہیں سکتا تھا۔ ان کا اصرار ہے کہ ہمیں اس کا حل Solid State Chemistry میں تلاش کرنا چاہئے۔

آب پاشیدگی سے متعلقہ دِقّت کا جو حل بھی پیش کیا گیا ہو اس سلسلہ میں اختلاف رائے کے باوجود یہ بات یقینی ہے کہ کیمیاوی ارتقا کے بارہ میں کسی ایسے نظریہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جس میں خشک ابتدائی اور وسطی مراحل کا ذکر نہ ہو۔

خشکی کا یہ دَور اس وقت ظہور میں آیا ہوگا جب Oceanic Prebiotic Soup یعنی زمانہ قبل از تاریخ کا قبل از حیات سمندری سوپ گاڑھا اور خشک ہو کر چکنی مٹی کی نہایت باریک دَر باریک تہوں کی صورت اختیار کر گیا ہوگا۔ قرآنِ کریم اس نظریہ کی تائید کرتا ہے کہ زندگی کی ابتداء پانی سے ہوئی اور درمیان میں خشکی کا ایک ایسا دَور آیا جس میں قدیمی شوربہ (Primordial Soup) ٹھیکریوں کی طرح بجنے والی خشک چکنی مٹی کی شکل اختیار کر گیا۔

نوم لاہو (Noam Lahav)، ڈیوڈ وائٹ (David White) اور شروڈ چانگ (Sherwood Chang) کی تحقیق نے نامیاتی مواد کی تالیف میں چکنی مٹی کی افادیت اور اس کے بنیادی کردار کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔ انہوں نے تجربات سے ثابت کیا ہے کہ چکنی مٹی کو بار بار گیلا اور خشک کرنے سے کس طرح امینوایسڈ کے سالمے گلائیسین (Glycine) کی شکل میں آپس میں جڑتے چلے جاتے ہیں۔ بار بار کے اس عمل سے ماحول کی توانائی نامیاتی سالموں میں منتقل ہو جاتی ہے[3]۔

ان کا مجوزہ حل قرآنِ کریم کے پیش کردہ بیان سے بہت قریب تھا۔ مگر یہ کیرنز سمتھ (Cairns-Smith) تھا جس نے کھل کر اور بلا جھجک قرآنِ کریم کے موقف کی تائید کی ہے حالانکہ وہ خود قرآنِ کریم کے اس بیان سے بالکل بے خبر تھا۔ متعلقہ آیات قرآنیہ کا ذیل میں دوبارہ ذکر کیا جاتا ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

(الانبیاء 31:21)

ترجمہ: اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ

(الرحمٰن 15:55)

ترجمہ: اُس نے انسان کو مٹی کے پکائے ہوئے برتن کی طرح کی خشک کھنکتی ہوئی مٹی سے تخلیق کیا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (الحجر 27:15)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے انسان کو گلے سڑے کیچڑ سے بنی ہوئی خشک کھنکتی ہوئی ٹھیکریوں سے پیدا کیا ہے۔

جیسا کہ مندرجہ بالا آیات وضاحت سے بتاتی ہیں کہ جس طرح ظروف سازی کے لیے چکنی مٹی کی پلیٹیں استعمال کی جاتی ہیں اسی طرح زندگی کے آغاز میں استعمال ہونے والا مواد سیاہ گارے جیسا گلا سڑا نامیاتی مادہ ہی تھا۔

چونکہ مفسّرین اس بات کو سمجھ نہ سکے کہ انسان مٹی کے برتنوں سے کس طرح بنایا گیا ہوگا اس لئے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ان کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ جب ٹھیکریاں آپس میں ٹکراتی ہیں تو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے سمجھا کہ اس آیت میں انسان کے بولنے کی صلاحیت کا ذکر ہے۔ یہ ایک دور کی کوڑی ہے جس سے الفخّار کے اصل معنی بالکل بدل جاتے ہیں۔ اب جبکہ ہم نے عمل ارتقا کے درمیانی (intermediary) مراحل کو سمجھنا شروع کر دیا ہے، جب زندگی کے اجزائے ترکیبی تشکیل پا رہے تھے لہٰذا ہمارے لئے اس اصطلاح کو بہتر طور پر سمجھنا ممکن ہو گیا ہے۔ اس پس منظر میں قرآنی اصطلاح الفخّار کا یہی مفہوم ہے۔

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ جب یہ مادہ مزید خشک ہوا تو چکنی مٹی کی غیر متناسب قلمیں بنی ہوں گی جو نہایت باریک اَوراق کی صورت میں ایک دوسرے کے اوپر ظروف سازی کی مانند تہ بہ تہ واقع ہوئی ہوں گی۔ ایک اور دلچسپ بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ باریک تہ چڑھانے کا یہ عمل ایک اور اہم مقصد کو بھی پورا کرتا ہے یعنی کیمیاوی ردّعمل کے لئے مادہ کے حدود اربعہ کو مزید وسیع کر دیتا ہے۔ ابرق اور چکنی مٹی سیلیکیٹ کی تہوں پر مشتمل ہوا کرتے ہیں جن کے درمیان پانی کے سالمے ہوتے ہیں جو انہیں علیحدہ علیحدہ رکھتے ہیں اور ان کا باہمی فاصلہ صرف 0.71 نینو میٹر ہوتا ہے (ایک نینو میٹر ایک سنٹی میٹر کے کروڑویں حصہ کے برابر ہوتا ہے) جس سے اس کی سطح کا رقبہ بڑھ جانے کی وجہ سے سالموں کے اس پر زیادہ تعداد میں چپکنے کی گنجائش بڑھ جاتی ہے۔ پس خشک مٹی کا ایک مکعب جس کی سمت اگر ایک سنٹی میٹر ہو تو اس کی سطح کا کل رقبہ تقریباً 2800 مربع میٹر ہوگا جو کہ ایک ایکڑ کے تین چوتھائی کے برابر ہے۔

(الہام، عقل، علم اور سچائی صفحہ 317 تا 323)

2- OLOMUCKI, M. (1993) The Chemistry of Life. McGraw-Hill, Inc. France, p.55

3- CAIRNS-SMITH, A.G. (June, 1985) The First Organisms. Scientific American: p.100

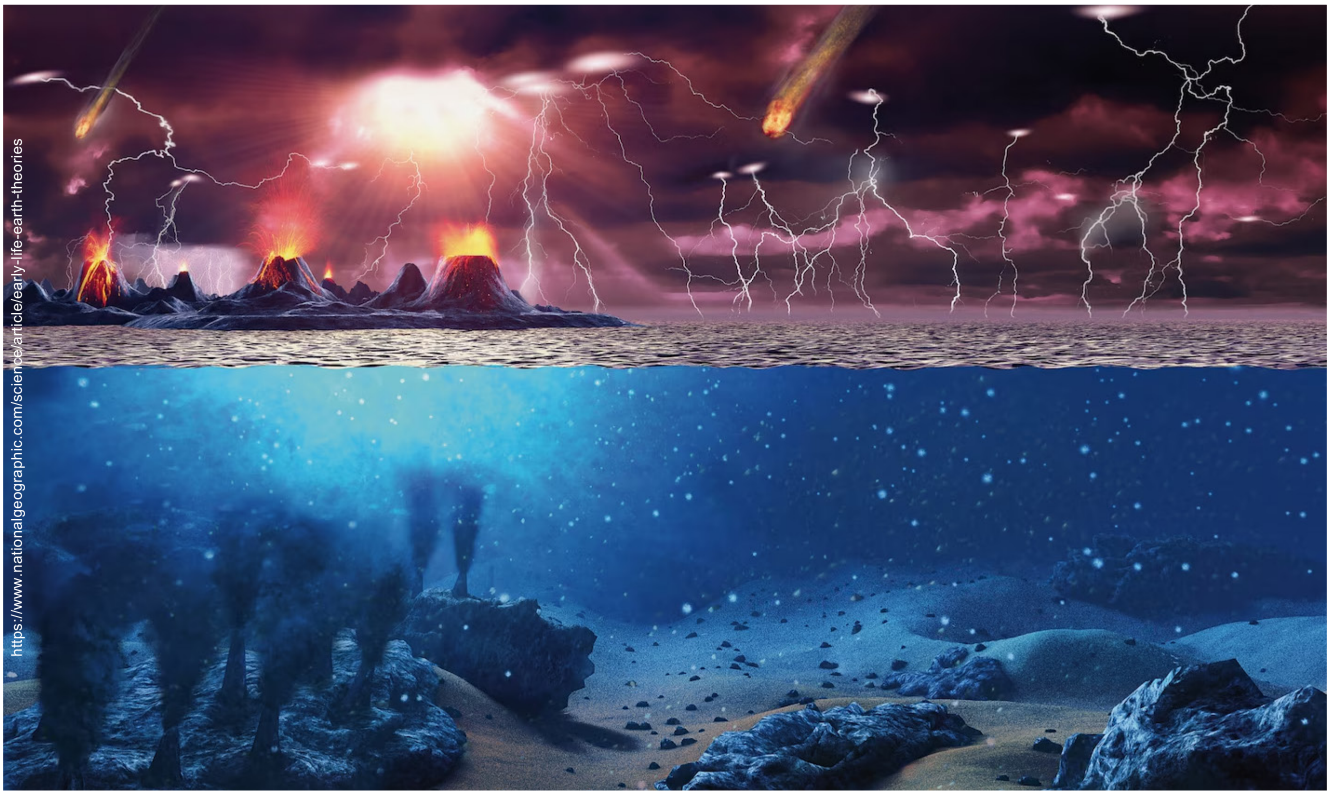

پانی سے زندگی

مکرم ڈاکٹر شکیل احمد شاہد صاحب، پی ایچ ڈی

وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ۔

(الانبیاء:31) ترجمہ: ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی

ساڑھے چار ارب سال قبل جب زمین معرض وجود میں آئی تو اس کا درجہ حرارت، فضا اور ماحول ہرگز اس قابل نہ تھے کہ اس پر زندگی کا قیام ہو سکے۔ زندگی تو در کنار، لوہا اور پتھر وغیرہ بھی لمحوں میں پگھل جاتے۔ زمین کیا تھی، طوفانوں، زلزلوں، آتش فشانوں، زہریلی ہواوں، کیمیکلز اور آسمان سے گرتے شہابیوں کی آماجگاہ تھی۔

مگر جب خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس کرہ بنجر و بیابان پر زندگی پیدا کی جائے تو اس کی صفتِ کن فیکون کے زیر اطاعت و رہنمائی زمین کے حالات مناسب ہونا شروع ہوئے۔ اُس علیم و حکیم و رب الورائی نے چاہا کہ ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا جائے، چنانچہ زمین جو پانی سے یکسر خالی تھی اس پر اس انداز میں پانی اتارا جو آج تک سائنسدانوں کے لئے معمہ بنا ہوا ہے۔ ہر دَور میں سائنسدان مختلف نظریات پیش کرتے رہے مگر حتمی طور پر ابھی بھی یہ نہیں جان پائے کہ یہ پانی جس نے سطح زمین کا اکہتر فیصد حصہ ڈھانپ رکھا ہے، یہ زمین پر آیا کیسے؟

ایک نظریہ کے مطابق زمین پر ایسے شہابیوں کی لاکھوں سال تک بارش ہوتی رہی جن کے اندر پانی برف کی شکل میں موجود تھا اور زمین پر موجود پانی انہی شہابیوں، asteroids, comets کی بارش کا نتیجہ ہے۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ سولر نیبولا Solar Nebula یعنی گیس اور دھول کے بادل کہ جن کے ملنے سے سورج، زمین اور سیارے وجود میں آئے، یہی زمین پر پانی لانے کا سبب ہوئے۔ مزید تفصیل میں جائے بغیر ہم اتنا لکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ پانی کی موجودگی کو اللہ تعالیٰ نے کرہ ارض پر زندگی پیدا کرنے کے لئے اوّلین ضرورت بنایا اور اسے اپنے فضل سے پورا بھی کیا۔ اور قرآن کریم میں بتا دیا کہ ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی۔

اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا ؕ وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ۔

(سورۃ الانبیا:31)

ترجمہ: کیا انہوں نے دیکھا نہیں جنہوں نے کفر کیا کہ آسمان اور زمین دونوں مضبوطی سے بند تھے پھر ہم نے اُن کو پھاڑ کر الگ کر دیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی۔ تو کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اس آیت کے پہلے حصہ میں بگ بینگ سے متعلق خبر ہے۔ ماہر فلکیات اپنے مشاہدات کی رو سے تسلیم کر چکے ہیں کہ 13.8 ارب سال پہلے یہ کائنات ایک انتہائی چھوٹے سے نکتہ سے شروع ہوئی جو عظیم دھماکہ سے پھٹا اور پھر کائنات کی شکل میں پھیلتا چلا گیا۔ اسے بگ بینگ کہا جاتا ہے۔ ہم اس آیت کے دوسرے حصہ کی روشنی میں جاننے کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ شہادت دی کہ اس نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی، اس بارے میں موجودہ سائنس کیا کہتی ہے۔

پرائی مورڈیل سوپ، گیلی مٹی اور پانی

تقریباً ساڑھے تین ارب سال پہلے زمین پر موجود سمندروں کا پانی نامیاتی مرکبات سے مالا مال تھا۔ اس شوربہ نما پانی کو Primordial Soup کہا جاتا ہے۔ اور سائنسدانوں کے نزدیک اسی پانی سے زندگی کا آغاز ہوا۔ ان پانیوں میں نامیاتی مرکبات سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رہنمائی میں ایمائنو ایسڈز Amino Acids تشکیل دیئے اور ان میں سے بیس کا انتخاب کر کے کروڑہا قسم کی لحمیات یعنی پروٹینز تیار کیں جو زندگی کی اہم ترین اجزائے ترکیبی میں سے ایک ہیں۔ مختصراً یہ کہ جتنے بھی ضروری کیمیائی تعاملات تھے جن سے دیگر پیچیدہ مالیکیولز نے بننا تھا اور جو پروٹینز اور بالآخر زندگی پر منتج ہوئے وہ پانی ہی میں ہوئے اور زندگی کی ابتدا پانی ہی سے ہوئی۔

اس نظریہ کی تصدیق 1953ء میں شکاگو یونیورسٹی کے تئیس سالہ طالبعلم Stanley L. Miller نے ایک سادہ تجربہ سے کی۔ ملر نے زمین کے ابتدائی حالات کو مدّنظر رکھتے ہوئے ایک برتن میں ایمونیا، میتھین، ہائیڈروجن اور پانی کو اکٹھا کر کے گرم تار کی مدد سے اس آمیزہ کو گرم کیا اور جب یہ اُبلنے لگا تو اس میں سے بجلی گزاری جس نے آسمانی بجلی کا کردار ادا کیا۔ چند دنوں میں ایک سرخ رنگ کا مرکب تیار ہوا جس کا جب تجزیہ کیا گیا تو اس میں بہت سے ایمائنو ایسڈ موجود تھے۔

یہاں یہ لکھنا بھی مناسب ہوگا کہ ان نامیاتی مرکبات کی تشکیل بذات خود پانی کی مرہونِ منت ہے۔ بہت آغاز میں جب زمین کے گرد اوزون کی تہہ نہیں تھی، آسمان سے طاقتور تابکاری شعاعیں باآسانی زمین اور پانی تک پہنچ جاتی تھیں۔ چنانچہ سمندری پانیوں میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ اور ایمونیا طاقتور تابکاری شعاعوں کے زیرِ اثر کیمیائی تعامل سے نامیاتی مرکبات بشمول میتھین اور ہائیڈروجن گیسوں میں تبدیل ہونا شروع ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے زندگی کو درجہ بدرجہ ترقی دیتے ہوئے مختلف حالتوں سے گزارا ہے۔ اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس ارتقائی سفر میں ہر مرحلہ اور ہر حالت میں پانی کو بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے۔ جیسے قرآن کریم نے زندگی کے ارتقائی سفر کے حوالہ سے خشک اور گیلی مٹی کا ذکر فرمایا ہے اور زندگی کے آغاز کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس میں درجہ بدرجہ خشک مٹی، پانی، گیلی مٹی اور پھر ایسے سڑے ہوئے گارے کا ذکر ہے جس نے بعد میں خشک ہو کر کھنکتی ہوئی مٹی کی شکل اختیار کر لی۔

پانی، پروٹینز اور زندگی

پروٹینز اور زندگی ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ آپ کوئی زندہ چیز اٹھا لیں، اس میں زندگی برقرار رکھنے کے لئے جتنے بھی عوامل ہیں انہیں پروٹینز ہی سرانجام دے رہی ہیں۔ خلیہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی مشینری پروٹینز کی شکل میں رکھ دی ہے۔ مثلاً زہریلے مادوں کے خلیوں سے اخراج اور ضروری مواد کے خلیوں کے اندر داخلے کے لئے کھڑکیوں، دروازوں کا کام یہ پروٹینز ہی کرتی ہیں۔ پیغام رسانی، دفاعی نظام وغیرہ سب انہی کے ذمہ ہے۔ یہ پروٹینز اپنی ذمہ داریوں کو تب ہی ادا کر سکتی ہیں اگر اپنی اصل شکل وصورت میں رہیں۔ اپنی پیدائش کے فوراً بعد یہ فولڈ ہو کر اپنی مخصوص شکل اختیار کر لیتی ہیں جسے سائنسی اصطلاح میں پروٹین فولڈنگ کہا جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں لیں کہ ایک عمارت اینٹوں سے تعمیر کی جاتی ہے اور اگر نقشہ کے مطابق تیار ہو تو اپنے مقصد کو حاصل کر سکتی ہے ورنہ محض اینٹوں کے ڈھیر کو عمارت نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی یہ اینٹیں عمارت کے مقاصد کو حاصل کر سکتی ہیں۔ بعینہ اسی طرح پروٹین جب تک فولڈ نہ ہوں یہ اینٹوں کی طرح محض ایمائنو ایسڈز کا ڈھیر ہی ہیں۔ یہ ایمائنو ایسڈز ایک دوسرے سے جڑے تو ہوئے ہیں مگر ٹھیک طرح سے فولڈ نہ ہونے کے باعث اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کر سکیں گے۔ یہ فولڈنگ اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ اگر اس میں معمولی سا بھی فرق آجائے تو انسان طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام! پانی کو نہ صرف اللہ تعالیٰ نے پروٹینز کی تیاری کا ذریعہ بنایا بلکہ ان پروٹینز کو اپنی شکل وصورت اختیار کرنے اور ٹھیک فولڈنگ کے لئے بھی پانی بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ پانی کا مالیکول نہایت سادہ ہے، یعنی محض دو ہائیڈروجن ایٹمز اور ایک آکسیجن ایٹم پر مشتمل ہے۔ ہائیڈروجن ایٹم پر مثبت جبکہ آکسیجن پر منفی چارجز ہیں۔

خلیوں کے اندر جب پروٹینز تیار ہوتی ہیں تو ان مثبت اور منفی چارجز کی وجہ سے پروٹینز کے کچھ حصہ پانی سے قریب ہو جاتے ہیں اور کچھ پانی سے دور۔ چنانچہ جب بھی ایک پروٹین بنتی ہے تو پانی کی وجہ سے فولڈ ہو کر اپنی شکل میں آجاتی ہے۔ پانی اپنے مالیکولر اسٹرکچر کی وجہ سے ایسا محلل ہے جو اپنی نظیر نہیں رکھتا اور سب سے زیادہ چیزوں کو اپنے اندر حل کر سکتا ہے۔ پانی کی یہ صلاحیت زندگی کی لئے ضروری ہے۔

آکسیجن اور پانی کا رشتہ

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ آغاز میں کچھ بھی زندگی کے لئے سازگار نہ تھا۔ فضا میں آکسیجن تک نہ تھی کہ جس کے بغیر ہم چند منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ پانی سے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ہر زندہ چیز پیدا کی بلکہ اسے اس قدر اہم بنایا کہ زندگی کے لئے دیگر ضروریات کو بھی اس پانی سے پیدا کیا۔ آکسیجن بھی انہی میں سے ایک ہے۔

سائنسدانوں کے مطابق تقریباً 3.7 ارب سال پہلے کچھ مائیکروبز ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے Cyanobacteria میں تبدیل ہوئے جو زمین پر آکسیجن لانے کا سبب بنے۔ سائنوبیکٹیریا ضیائی تالیف (Photosynthesis) کے ذریعہ پانی، کاربن ڈائی آکسائیڈ اور سورج کی روشنی کو اپنی خوراک میں تبدیل کرتے ہیں۔ اس عمل میں آکسیجن بھی تیار ہوتی، یوں آہستہ آہستہ کرہ ارض کی فضا میں آکسیجن آئی جس سے ہم سانس لیتے ہیں۔ چنانچہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ سمندروں، دریاؤں، جھیلوں اور زیرِ زمین پایا جانے والا پانی نہ صرف یہ کہ زمین پر زندگی کی بنیاد ہے بلکہ ہر زندہ چیز کی بقا کے لئے ضروری بھی ہے۔ انسان، جانور، پودے سبھی زندہ رہنے کے لئے پانی کے محتاج ہیں۔ پانی کے بغیر زمین کی حالت بنجر صحرا سے زیادہ کچھ نہ ہوتی۔ تمام جاندار پچاس سے نوے فیصد پانی جبکہ کچھ سمندری جاندار ننانوے فیصد پانی پر مشتمل ہیں۔ نوزائیدہ بچوں میں پانی کی مقدار 78 فیصد جبکہ بڑوں میں 60 فیصد وزن کے لحاظ سے۔ پانی کی بدولت ہی سب زندگی ہے۔

پانی کتنا پرانا ہے

اگر آپ کو دعوت ملے اور میزبان یہ دعویٰ کرے کہ میں پینے میں آپ کو ایسا مشروب پیش کروں گا جو نہ صرف یہ کہ ساڑھے چار ارب سال پرانا ہے بلکہ عین ممکن ہے کہ اس میں کچھ حصہ ایسا بھی ہو جسے ڈائناسارز نے بھی پیا تھا اور یہ کہ زمینی نہیں بلکہ آسمانی مشروب ہے تو آپ کے ذہن میں کیا آئے گا؟

جی ہاں! یہ پانی ہے جو تقریباً ساڑھے چار ارب سال پرانا ہے اور اس کی مقدار آغاز سے اب تک تقریباً اتنی ہی ہے اور اسے قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آبی چکر Water Cycle کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی سورۃ واقعہ میں فرماتا ہے: اَفَرَءَيۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِىۡ تَشۡرَبُوۡنَ ترجمہ: کیا تم نے اُس پانی پر غور کیا ہے جو تم پیتے ہو؟

چنانچہ پانی اس اَمر کا متقاضی ہے اور حق رکھتا ہے کہ اس کا ہر گھونٹ پیتے وقت اس پر غور کیا جائے اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔

روحانی زندگی اور پانی

یہاں یہ نکتہ بیان کرنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ روحانی زندگی کا بھی پانی سے گہرا تعلق ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بدولت مکہ کی وادی غیر ذی ذرع میں جو پانی نکلا، جسے حضرت ہاجرہؓ نے بند باندھ کر چشمہ کی صورت میں محفوظ کر دیا، اس کے باعث وہاں سے گزرنے والے قافلے اردگرد بسنا شروع ہوئے۔ اور اس بستی میں اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو مبعوث فرما کر قیامت تک کے لئے بنی نوع انسان کی روحانی زندگی کی بنیاد رکھی۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں۔

مَیں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر
مَیں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

جس طرح صحراؤں اور ہرے بھرے لہلاتے سبزہ زاروں میں فرق اس زندگی کا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پانی سے پیدا کیا اسی طرح روحانی طور پر بھی جو اس آسمانی پانی سے جتنا حصہ لیتا ہے اتنی ہی حقیقی زندگی کے آثار پاتا ہے۔

زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں
مقبول بن کے اس کے عزیز و حبیب ہیں

اختتامیہ

قارئین کرام! خدا تعالیٰ کی اس زبردست شہادت وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ كُلَّ شَىۡءٍ حَىٍّ کی تصدیق آج کی سائنس اس رنگ میں بھی کرتی ہے کہ زمین کے علاوہ کسی اور سیارے پر زندگی کا پایا جانا ثابت کرنے کے لئے وہ اس جستجو میں رہتے ہیں کہ تلاش کیا جائے کہ کیا وہاں پانی مائع حالت میں موجود ہے۔

پانی کو اللہ تعالیٰ نے ایک معین مقدار میں مہیا کیا ہے اور پھر اسے مادہ کی تینوں حالتیں ٹھوس، مائع اور گیس عطا کیں۔ خدا تعالیٰ نے پانی کے بار بار استعمال کے لئے اور پھر اس کی صفائی کے لئے یہ انتظام فرمایا کہ کبھی پانی زمین میں فلٹر ہوتا ہوا صاف ہوتا ہے تو کبھی بھاپ کی شکل میں اڑ کر، اپنی اندر نمکیات وغیرہ کو پیچھے چھوڑتا ہوا بادلوں کا حصہ بنتا ہے اور پھر بارش بن کر مردہ زمینوں کو زندگی بخشتا ہے۔ زمین پر زندگی کے لئے مناسب درجہ حرارت کا قیام بھی پانی یعنی اسی Water Cycle کا مرہونِ منت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق پانی اتارا پھر اُسے زمین میں ٹھہرا دیا اور ہم اُسے لے جانے پر بھی یقیناً قدرت رکھتے ہیں۔ (سورۃ المومنون:19)

مذکورہ بالا آیت کا دوسرا حصہ انذاری بھی ہے اور خدا تعالیٰ کی زبردست طاقت کا اظہار کر رہا ہے۔ چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس نے جس پانی سے ہر زندہ چیز کو پیدا کیا، اگر چاہے تو اس پانی کو واپس لے جا کر صفحۂ ہستی سے ہر جاندار کی صف لپیٹ دے۔

حوالہ جات:

اس مضمون کی تیاری کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی معرکہ آرا کتاب Revelation, Rationality, Knowledge & Truth اور درج ذیل ویب سائٹس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

1.https://www.discovermagazine.com/the-sciences/earths-water-is-older-than-the-sun

2.https://www.planetary.org/articles/how-did-earth-get-its-water

3.https://www.nationalgeographic.com/science/article/early-life-earth-theories

4.https://www.reviewofreligions.org/28150/origin-of-life-goldilocks-chemistry-grand-designer/

5.https://scitechdaily.com/did-life-emerge-in-the-primordial-soup-via-dna-or-rna-surprising-answer-from-new-research/

6.https://www.analytica-world.com/en/news/1175975/analyze-proteins-and-protein-interactions-with-hitherto-unseen-performance.html

7.https://www.nationalgeographic.com/science/article/early-life-earth-theories

محمد انیس دیالگڑھی

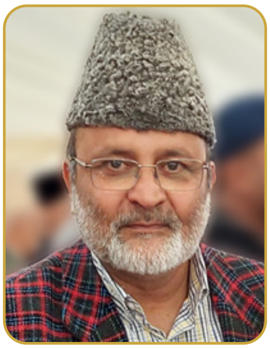

آنکھوں کا پانی اور اردو شاعری

جس طرح مادی زندگی کے لئے پانی ضروری ہے اور اس کے بغیر زندگی قائم نہیں رہ سکتی اسی طرح روحانی زندگی کے لئے روحانی پانی (الہام الٰہی) کی ضرورت ہے اسی پانی سے روح سیراب ہوتی اور نشوونما پاتی ہے اور لقاالٰہی سے فیض یاب ہوتی ہے جو کہ زندگی کا مقصود ہے۔

نہ جانا کہ الہام ہے کیمیا
اسی سے تو ملتا ہے گنج لقا
اسی سے تو عارف ہوئے بادہ نوش
اسی سے تو آنکھیں کھلیں اور گوش
یہی ہے کہ نائب ہے دیدار کا
یہی ایک چشمہ ہے اسرار کا
(درثمین)

اس روحانی اور آسمانی چشمہ کو زمین پر جاری کرنے کے لئے آنکھوں کا پانی درکار ہے۔ یہ پانی بظاہر آنکھ سے بہتا ہے لیکن درحقیقت دل وجگر کے خون ہونے سے یہ گوہر آنکھوں سے جھڑتے ہیں۔

جب فانی فی اللہ انسانیت کی محبّت اور بھلائی میں سرشار ہوکر خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے اور دل کے آبلے پھوڑتے اور اپنا دل کوئلہ کوئلہ دھکاتے ہیں تو ان کی گریہ وزاری کے صدقے خداتعالیٰ اس چشمۂ اسرار کو زمین پر اُتار دیتا ہے اور پھر یہ پانی ہرطرف بہہ نکلتا ہے اور بقدرِ ظرف ہر زمین اس سے سیراب ہوتی ہے۔

پھر یہی آنسو دنیا کی تقدیر بدل دیتے ہیں صحرا کو گلشن اور خزاں کو بہار میں بدل دیتے ہیں بساطِ دنیا اُلٹ دیتے ہیں پہاڑوں کو خاک کی طرح اُڑا دیتے ہیں۔ طوفانوں کا رُخ بدل دیتے ہیں محلات کو کھنڈروں اور کھنڈروں کو محلات میں بدل دیتے ہیں بادشاہوں کو تخت سے گرا کر بوریانشینوں کو تختِ شاہی پر بٹھا دیتے ہیں۔

آنکھ کے اس پانی کی قدروقیمت اور طریقۂ استعمال سے احمدی خوب واقف ہیں اور دوسروں کو بھی یہ نسخہ کیمیا بتاتے ہیں۔

سلیقہ نہیں تجھ کو رونے کا ورنہ
بڑے کام کا ہے یہ آنکھوں کا پانی

آنکھ اور آنکھ کے پانی پر شعراء نے خوب طبع آزمائی کی مبالغہ آرائی سے بھی کام لیا اور سوسو رنگ میں باندھا۔

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب

مگر خدا والے آنکھ کے پانی کی قدروقیمت اور افادیت کا بھرپور عرفان رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس گراں قدر دولت اور موتیوں کی قدروقیمت سے آشنا کرتے ہیں۔

عاشق کے آنسوؤں کی ذرا آب دیکھ لیں
ہیرے کہاں ہیں، لعل کہاں ہیں گہر کہاں
(کلام محمود)

آنکھ اور آنسوؤں کے بارے میں شعراء کی جولانیٔ طبع ملاحظہ فرمائیں اور پھر فنافی اللہ لوگوں کے عارفانہ کلام سے موازنہ کریں۔

میری روح کی حقیقت میرے آنسوؤں سے پوچھو
میرا مجلسی تبسم میرا ترجماں نہیں ہے
(مصطفےٰ زیدی)

جو آگ لگائی تھی تم نے اس کو تو بجھایا اشکوں نے
جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے
(جذبی)

وہ عکس بن کے مری چشمِ تر میں رہتا ہے
عجیب شخص ہے پانی کے گھر میں رہتا ہے
(بسمل صابری)

ایک آنسو بھی حکومت کے لئے خطرہ ہے
تم نے دیکھا نہیں آنکھوں کا سمندر ہونا
(منور رانا)

وہ تو جب بولتے ہیں کون و مکاں بولتے ہیں
تم ڈرو اُن سے جو اشکوں کی زباں بولتے ہیں
(رشید قیصرانی)

ایک آنسو نے ڈبویا مجھ کو ان کی بزم میں
بوند بھر پانی سے ساری آبرو پانی ہوئی
(ذوق)

دامن سے وہ پونچھتا ہے آنسو
رونے کا کچھ آج ہی مزا ہے
(محسن کاکوروی)

آگ دنیا کی لگائی ہوئی بجھ جائے گی
کوئی آنسو میرے دامن پر بکھر جانے دے
(نظیر باقری)

سوزِ غم ہی سے مری آنکھ میں آنسو آئے
سوچتا ہوں اسے آگ کہوں یا پانی
(جوش)

اور کچھ تحفہ نہ تھا جو لاتے ہم تیرے نیاز
ایک دو آنسو تھے آنکھوں میں، سو بھر لائے ہیں ہم
(میر حسن)

محبّت میں اک ایسا وقت بھی دل پر گزرتا ہے
کہ آنسو خشک ہو جاتے ہیں طغیانی نہیں جاتی
(جگر مراد آبادی)

دل بھی اے دردؔ قطرہ خون تھا
آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا
(دردؔ)

آنسو سے بڑا کوئی مصوّر نہیں عابدؔ
جو خون سے جذبات کی تصویر بنائے
(مبارک عابدؔ)

سنا ہے آگ اور پانی کبھی یکجا نہیں ہوتے
میں دل میں آگ اور آنکھوں میں پانی لے کے آیا ہوں
(قمر اجنالوی)

اب تو اس کی آنکھوں کے میکدے میسر ہیں
پھر سکوں ڈھونڈو گے ساغروں میں جاموں میں
(شعیب عزیز)

جو ہم پر گزری سو گزری مگر شبِ ہجراں
ہمارے اشک تیری عاقبت سنوار چلے
(فیض)

رکھ نہ آنسو سے وصل کی اُمید
کھارے پانی میں دال گلتی نہیں
(قدرت اللہ قدرت)

اشکوں سے کیوں کر سمجھاؤں اپنے دل کا حال تجھے
پانی پر تصویر بنانا میرے بس کی بات نہیں
(فنا نظامی کانپوری)

سلیقہ نہیں تجھ کو رونے کا ورنہ
بڑے کام کا ہے یہ آنکھوں کا پانی
(مصلح الدین راجیکی)

آنکھوں کا تو فرض ہے کہ دیکھیں
آنکھوں کا گلہ کبھو نہ کرنا

آنسو ہوں اگر تمہیں میسر
پانی سے کبھی وضو نہ کرنا
(مضطرؔ)

تیری یاد میں بہنے والا
ہر آنسو گھر کا زیور تھا
(مضطر)

لگی ہے آنکھوں سے گوہر کی آنسوؤں کی جھڑی
مقابلہ ہے تو اے ابرِ کوہسار برس
(ذوالفقار علی گوہر)

درد کہتا ہے بہا دو خون دل آنکھوں سے تم
عقل کہتی ہے نہیں آہ و فغاں بے سُود ہے
خوف ہے مجھ کو کہ لگ جائے نہ اشکوں کی جھڑی
آج میرا مطلع دل پھر غبار آلود ہے
(درعدن)

احمدی! گر تجھے بننا ہے صحابہؓ کا مثیل
دست و بازو، وہ دل و سر، وہ جگر پیدا کر
پھر وہی نالہ، وہی نیم شبی اُن کی دعا
پھر وہی گریہ، وہی دیدۂ تر پیدا کر
(حضرت قمر الانبیاء)

آنکھ اپنی ہی ترے عشق میں ٹپکاتی ہے
وہ لَہو جس کا کوئی مول نہیں آج کی رات
(کلام طاہر)

ان آنسوؤں کو چرنوں پر گرنے کا اذن ہو
آنکھوں میں جو رہے ہیں مچل آپ کے لئے
(کلام طاہر)

شاہ و گدا کی آنکھ میں سُرمہ کا کام دے
وہ جان جو کہ راہ خدا میں غبار ہو
(کلام محمود)

دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رَواں ہوں آنسو
تم میں اسلام کا ہو مغز فقط نام نہ ہو
(کلام محمود)

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج
آسماں اے غافلو! اب آگ برسانے کو ہے
(درثمین)

قسط دوم

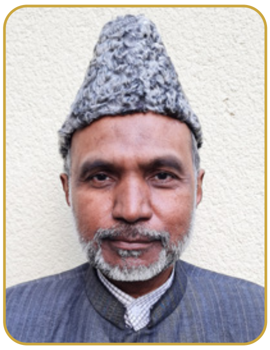

وقف جدید ایک الٰہی تحریک

مکرم سیّد حسن طاہر بخاری صاحب، مربی سلسلہ۔ انچارج رشین ڈیسک جرمنی

وقف جدید کی بابرکت اور انقلابی تحریک میں ایک طرف جہاں وقف زندگی کا مطالبہ تھا تو دوسری طرف مالی قربانی بھی مطلوب تھی تا زیادہ سے زیادہ معلّمین کرام تیار کر کے انہیں ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیا جائے اور رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رہے جس سے نہ صرف قرآنِ کریم کی تعلیم عام ہو بلکہ احمدیت کی تبلیغ و اشاعت بھی وسعت اختیار کرے اور یہ پیغامِ حق زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ اور بعد میں آنے والے خلفاء کرام تواتر کے ساتھ وقفِ جدید کی مالی قربانی کی طرف جماعت کی توجہ مبذول کراتے رہے ہیں، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''مَیں آپ لوگوں کو برابر تحریک کرتا رہا ہوں کہ وقفِ جدید کو مضبوط بنانا ضروری ہے۔ لیکن اب تو کام کی وسعت کی وجہ سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کو مالوں میں ترقی دی وہاں آپ کو سلسلہ کی ترقی کے لئے بھی دل کھول کر چندہ دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو توفیق دے کہ آپ وقت کی آواز سنیں۔ خدا کرے کہ آپ آسمان کی آواز کو سنیں اور زمین کی آواز کو بھی سنیں تا کہ آپ کو سرفرازی حاصل ہو''۔ (الفضل 31 دسمبر 1959ء)

نیز آپؓ فرماتے ہیں:

''مَیں احبابِ جماعت کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کی طرف پوری توجہ کریں اور اس کو کامیاب بنانے میں پورا زور لگائیں اور کوشش کریں کہ کوئی فرد جماعت ایسا نہ رہے جو صاحب استطاعت ہوتے ہوئے اس چندے میں حصہ نہ لے''۔

(الفضل 17 فروری 1960ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''دینی ضرورتوں میں تو وسعت پیدا ہوتی رہے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ضرورتیں پوری کرتا رہے گا لیکن ہر احمدی ہمیشہ یاد رکھے کہ وہ اللہ کے فضل کو جذب کرنے کے لئے اس کی خاطر مالی قربانیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتا رہے۔ جماعت میں مختلف منصوبے ہمیشہ جاری رہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک طرف قربانی دی تو دوسری طرف قربانی کے لئے تھک کر بیٹھ گئے۔ ہمیشہ یاد رکھیں جہاں بیٹھے وہاں پھر کمزوریوں پہ کمزوریاں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کبھی اس سوچ کو ذہن میں نہ آنے دیں کہ فلاں جگہ قربانی کر دی تو کافی ہے۔ اگلے جہان میں کام آنے والا بہترین مال وہ ہے جو اللہ کی راہ میں قربان کیا گیا ہو''۔

(الفضل انٹرنیشنل لندن مورخہ 2 فروری 2007ء صفحہ 5 تا 8)

دفتر اطفال

وقفِ جدید وہ واحد الٰہی تحریک ہے جس میں علیحدہ سے ''دفتر اطفال'' قائم ہے۔ اس لئے احمدی بچوں کا فرض ہے کہ وہ اس مالی جہاد کو اوّلیت دیں اور مقدّم رکھیں تاکہ وہ جلد از جلد اس قابل ہو جائیں کہ خدا تعالیٰ کے خلفاء کی خواہش کے مطابق وقفِ جدید کا سارا بوجھ ان کے مضبوط کندھے اٹھالیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جنہیں حضرت مصلح موعودؓ نے پہلا ناظم وقفِ جدید مقرر فرمایا اور اس بابرکت تحریک کے مقاصد اور منصوبوں سے براہِ راست آپ کو آگاہ فرماتے رہے:

''بچوں کے متعلق تو شروع سے ہی یہ تحریک بہت زور دے رہی ہے اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرف بہت توجہ دلائی کہ زیادہ سے زیادہ بچوں کو اس میں شامل کرنا چاہئے''۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 4 جنوری 1991ء)

البتہ وقفِ جدید میں ''دفتر اطفال'' کا باقاعدہ اجراء حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زبان مبارک سے ان پُرشوکت الفاظ سے ہوا۔

''آج احمدی بچوں (لڑکوں اور لڑکیوں) سے اپیل کرتا ہوں کہ اے خدا اور اس کے رسول کے بچو! اٹھو اور آگے بڑھو اور تمہارے بڑوں کی غفلت کے نتیجہ میں وقفِ جدید کے کام میں جو رَخنہ پڑ گیا ہے اسے پُر کر دو اور اس کمزوری کو دور کر دو جو اس تحریک کے کام میں واقع ہو گئی ہے''۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 7 اکتوبر 1966ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دفتر اطفال کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''وقفِ جدید کو جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پاکستان میں بچوں کے سپرد کیا تھا۔ مَیں بھی شاید پہلے کہہ چکا ہوں، نہیں تو اب یہ اعلان کرتا ہوں کہ باہر کی دنیا بھی اپنے بچوں کے سپرد وقفِ جدید کی تحریک کرے اور اس کی ان کو عادت ڈالے تو بچوں کی بہت بڑی تعداد ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ بہت بڑے خرچ پورے کر لے گی''۔ (خطبات وقفِ جدید، صفحہ 616)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احمدی ماؤں کو چندہ دفتر اطفال کی اہمیت و برکات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وقفِ جدید کے ضمن میں احمدی ماؤں سے مَیں یہ کہتا ہوں کہ آپ لوگوں میں یہ قربانی کی عادت اس طرح بڑھ بڑھ کر اپنے زیور پیش کرنا آپ کے بڑوں کی نیک تربیت کی وجہ سے ہے۔ اور سوائے استثناء کے الاماشاء اللہ، جن گھروں میں مالی قربانی کا ذکر اور عادت ہو ان کے بچے بھی عموماً قربانیوں میں آگے بڑھنے والے ہوتے ہیں اس لئے احمدی مائیں اپنے بچوں کو چندے کی عادت ڈالنے کے لئے وقفِ جدید میں شامل کریں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان میں بچوں کے ذمہ وقفِ جدید کیا تھا اور اس وقت سے وہاں بچے خاص شوق کے ساتھ یہ چندہ دیتے ہیں۔ اگر باقی دنیا کے ممالک بھی اطفال الاحمدیہ اور ناصرات الاحمدیہ کو خاص طور پر اس طرف متوجہ کریں تو شامل ہونے والوں کی تعداد کے ساتھ ساتھ چندے میں بھی اضافہ ہو گا۔ اور سب سے بڑا مقصد جو قربانی کا جذبہ دل میں پیدا کرنا ہے وہ حاصل ہو گا۔ ان شاء اللہ۔ اگر مائیں اور ذیلی تنظیمیں مل کر کوشش کریں اور صحیح طریق پر کوشش ہو تو اس تعداد میں (جو موجودہ تعداد ہے) آسانی سے دنیا میں 6 لاکھ کا اضافہ ہو سکتا ہے بغیر کسی دِقت کے...... اور جب بچوں کو عادت پڑ جائے گی تو پھر یہ مستقل چندہ دینے والے بچے ہوں گے اور زندگی کے بعد بھی یہ چندہ دینے کی عادت قائم رہے گی تو یہ ماں باپ کے لئے ایک صدقہ جاریہ ہو گا''۔
(خطبات وقفِ جدید صفحہ 584)

وقفِ جدید بیرون از پاکستان کے لئے

وقفِ جدید کی تحریک آغاز میں صرف پاکستان کے احمدیوں کے لئے تھی۔ پاکستان سے باہر کے احمدیوں میں سے اگر کوئی اپنی مرضی سے اس میں حصہ لینا چاہتا تھا تو لے لیتا تھا۔ خاص طور پر اس بارے میں تحریک نہیں کی جاتی تھی کہ وقفِ جدید کا چندہ دیا جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا احسان ہے کہ 1985ء میں آپ نے ساری دنیا کے احمدیوں کو اس عظیم تحریک میں شامل کرنے کا اعلان فرمایا۔ اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''1985ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے وقفِ جدید کی تحریک کو، یعنی مالی قربانی کی تحریک کو ساری دنیا پہ پھیلا دیا تاکہ دنیا میں جو احمدی آباد ہیں خاص طور پر یورپ اور امریکہ وغیرہ میں ان کے چندوں سے ہندوستان میں بھی وقفِ جدید کے نظام کو فعّال کیا جائے اور وہاں زیادہ سے زیادہ تربیت و تبلیغ کا کام کیا جائے اور جس علاقے میں خلافتِ ثانیہ کے دَور میں کسی زمانے میں شُدھی کی تحریک چلی تھی اور جس کے توڑ کے لئے جماعت نے اس وقت بڑے عظیم کام کئے تھے بڑی قربانیاں دی تھیں اس علاقے میں رہ کر تبلیغ کی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1985ء میں فرمایا تھا کہ اس علاقے میں دوبارہ تشویشناک صورتحال ہے اس لئے ہندوستان کی جماعتوں کو اس طرف توجہ دینی چاہئے اور وسیع منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ اور اخراجات کے لئے آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ باہر سے رقم آجائے گی۔ اس لئے پھر جیسا کہ مَیں نے کہا باہر کی جماعتوں میں بھی وقفِ جدید کی یہ تحریک جاری کی گئی تاکہ باہر کی جماعتیں بھی اس نیک کام میں ہندوستان کی جماعتوں کی مدد کریں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے باہر کی جماعتیں اس تحریک میں بھی مالی قربانی کے لئے لبّیک کہنے والی بنیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سال وقفِ جدید میں بھی باقی چندوں کی طرح اضافہ ہو رہا ہے۔ جوں جوں اللہ تعالیٰ کام میں وسعت دے رہا ہے جتنا جتنا کام پھیل رہا ہے اخراجات بڑھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ وسائل بھی مہیا فرما رہا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جماعت کے بڑی تیزی سے ترقی کی طرف قدم بڑھ رہے ہیں اور اس لحاظ سے ضروریات بھی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فضل فرما رہا ہے ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ لیکن ہمیں اس طرف توجہ دینے کی بھی ضرورت ہے تاکہ ہم بھی ان مالی قربانیوں میں حصہ لے کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے افراد جماعت پر بھی انفرادی طور پر بہت فضل ہو رہے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ کی طرح اپنی قربانیوں کی طرف بھی خاص توجہ رکھیں تا کہ جو کمزور جماعتیں ہیں ہم ان کی مدد کر سکیں۔ ہندوستان کی نئی جماعتیں بھی ہیں اور افریقہ کی جماعتیں بھی ہیں جو بہت معمولی مالی وسعت رکھتی ہیں۔ گو کہ قربانی کی کوشش کرتی ہیں لیکن جتنی بھی ان کی وسعت ہے اس کے لحاظ سے، اپنے حالات کے لحاظ سے۔ تو ان کی مدد کرنے کے لئے، تربیت و تبلیغ کے لئے، ان کی قربانیوں میں جو کمی رہ گئی ہے، اس کو پورا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ اس لئے بیرونی جماعتیں یا ان مغربی ملکوں کی جماعتیں جن کی کرنسی مضبوط ہے، انہیں خدمت دین اور دین کی مدد کے جذبے کے تحت ہمیشہ قدم آگے بڑھاتے چلے جانا چاہئے''۔

(الفضل انٹرنیشنل لندن مورخہ 2 فروری 2007ء صفحہ 5 تا 8)

مالی جہاد اپنے نفس کی تربیت اور روحانی ترقی کا ایک بہت اہم ذریعہ ہے۔ اس لئے خلفاء کرام بڑے تواتر سے ذمہ داران اور گھر کے بڑوں کو اس طرف توجہ دلاتے رہے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ افراد کو اس جہاد میں شریک کیا جائے۔ تا کہ تربیت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر اور روحانی ترقی کا دائرہ بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے اور ساری جماعت اس کے نیک اثر تلے آجائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''پس مَیں نے جیسا کہ پہلے زور دیا تھا ہمیں قربانی کرنے والوں کی تعداد بڑھانا ہے کیونکہ جو بھی ایک دفعہ قربانی کرنے والوں کی تعداد میں شامل ہو جائے اللہ تعالیٰ کا قانون قرضہ حسنہ کو بڑھانے والا اس پر لاگو ہو جاتا ہے۔ اس کی نیکیاں بڑھتی ہیں اموال میں برکت پڑتی ہے ایسا بچہ بڑا ہوتا ہے تو جو بھی کمائی کرتا ہے اس میں اللہ کا حصہ ڈالتا ہے پس وقفِ جدید کو آئندہ نسلوں کو سنبھالنے کے لئے استعمال کریں۔ وقفِ جدید میں شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھائیں۔ خواہ تھوڑی قربانی کریں لیکن اُن کو شامل ضرور کریں''۔ (الفضل انٹرنیشنل 30 فروری 1998ء)

نَو مبائعین کو خصوصاً اس مبارک تحریک میں شامل کرنے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''جہاں تک وقفِ جدید کے چندے کا تعلق ہے اس سے بہت زیادہ اہم یہ اَمر ہے کہ مجاہدین کی تعداد زیادہ بڑھے کیونکہ جن لوگوں کو خصوصاً نَومبائعین کو شروع سے ہی طوعی چندوں کی طرف توفیق عطا ہوتی ہے۔ وہ پھر آگے بہت بڑھ بڑھ کر دل کھول کر چندہ دینے کے عادی ہو جاتے ہیں''۔ (خطبہ جمعہ 5 جنوری 2001ء)

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے متعدد بار اور مختلف پیرائیوں میں بیان فرمایا ہے کہ جب کوئی اللہ کا بندہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو اس کے اموال کو کئی سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک فرد اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اموال بڑھیں اور افراد کا ایک گروہ بحیثیت جماعت اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور اس جماعت کے اموال میں کمی ہو جائے، یہ ناممکن ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں اس معاملہ میں اللہ پر توکل کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے وقفِ جدید کے آغاز میں ہی اس خیال کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''یہ تحریک (وقفِ جدید) جس قدر مضبوط ہو گی اُسی قدر خدا تعالیٰ کے فضل سے صدر انجمن احمدیہ میں اور تحریکِ جدید کے چندوں میں اضافہ ہو گا۔ کیونکہ جس کسی کے دل میں نورِ ایمان داخل ہو جائے اُس کے اندر مسابقت کی روح پیدا ہو جاتی ہے اور وہ نیکی کے ہر کام میں حصہ لینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے''۔ (خطبات وقفِ جدید صفحہ 6)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبل از خلافت تقریر بر موقع جلسہ سالانہ ربوہ 1960ء میں وقفِ جدید کی اہمیت کو اجاگر کر کے اسے کامیاب کرنے کی جو اپیل کی تھی وہ آج بھی دلوں کو موہ لیتی ہے، آپ فرماتے ہیں:

''یہ تحریک دراصل جماعت کی زندگی کے مترادف ہے۔ جماعت کی زندگی اور وقفِ جدید کی زندگی آج ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اس لیے میں آپ سے پھر یہ درخواست کروں گا بڑے عجز سے یہ درخواست کروں گا اور یہ درخواست میں اپنے دل کی عمیق ترین گہرائیوں سے کر رہا ہوں کہ جدوجہد کیجیے، جاں فشانی کیجیے، کوشش کیجیے، اپنی جماعتوں کو اس اعلیٰ معیار پر قائم کریں اور لے کر آئیں جو معیار روحانی جماعتوں کا ہوا کرتا ہے اور جب یہ معیار پیدا ہو جائے گا تو پھر احمدیت کی فتح میں اور زیادہ دیر نہیں ہو گی...... پس میں آپ سے ایک دفعہ پھر کہوں گا کہ وقفِ جدید کی تحریک کو زندہ کیجیے، اسے زندہ کیجیے اور اس کی رگوں میں اپنی قربانیوں کا خون بھر دیجیے تا کہ اسلام کی شریانوں میں تازہ اور زندہ اور تمناؤں سے بھرا ہوا خون دوڑنے لگے۔ آج آپ سے حضرت محمد مصطفی ﷺ کی امیدیں وابستہ ہیں۔ آج آپ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امیدیں وابستہ ہیں۔ آج آپ ہی ہیں جن کے ذریعہ اسلام زندہ ہو گا اور آپ کے علاوہ سب تاریکی ہے۔ اپنے آپ پر ظلمات کے سائے نہ پڑنے دیجیے۔ زندہ ہوں اور ہوشیار ہوں اور اس تحریک کو بھی زندہ کیجیے اور اس تحریک کی رگوں کو اپنی قربانیوں کے خون سے بھر دیجیے تا اسلام کی شریانوں میں تازہ اور زندہ اور تمناؤں سے بھرا ہوا خون دوڑنے لگے''۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبل از خلافت تقریر بر موقع جلسہ سالانہ ربوہ 1960ء)

خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور ہم اپنے فرائض ادا کرنے والے اور اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ان دعاؤں کے وارث ہوں:

''اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کے، جنہوں نے وقفِ جدید کے چندے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت ڈالے...... اللہ تعالیٰ ان سب کو پہلے سے بڑھ کر قربانیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان قربانیوں میں برکت بھی ڈالے۔ اور جماعت کا جو مال ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ بے انتہا برکت ڈالے۔ دنیا کے جو حالات ہو رہے ہیں اُس میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے جو جماعت کو اپنے منصوبے جاری رکھنے اور ان کو مکمل کرنے اور ان میں مزید خوبصورتی پیدا کرنے کی توفیق عطا فرما رہا ہے اس کے بغیر تو کوئی گزارہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دعاؤں میں، مال میں برکت کے لئے بھی بہت دعا کیا کریں''۔ (الفضل انٹرنیشنل 27 جنوری 2012ء)

مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب

مرحوم

صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان

معروف خادم سلسلہ، عالم دین اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے سینکڑوں مربیانِ کرام کے استاد محترم مولانا مرزا محمدالدین ناز صاحب صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان مورخہ 24؍دسمبر 2024ء بروز منگل طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں دوپہر ایک بجے بعمر 81؍سال وفات پاگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ناز صاحب مؤرخہ 4؍اپریل 1943ء کو مکرم مرزا احمد دین صاحب کے ہاں چک نمبر 100 -6 R تحصیل ہارون آباد ضلع بہاولنگر میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش سے ایک سال پہلے آپ کے والد مرزا احمد دین صاحب نے بیعت کی توفیق پائی، اس طرح محترم ناز صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کے والد پرائمری سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے جن کا تبادلہ مختلف جگہوں پر ہوتا رہتا تھا۔

چنانچہ محترم ناز صاحب نے پرائمری کلاس چک نمبر 8۔ایم بی ضلع خوشاب سے جبکہ میٹرک گورنمنٹ ٹیکنیکل ہائی سکول جوہر آباد سے پاس کیا۔ پھر تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے ایف ایس سی مکمل کرنے کے بعد آپ محکمہ تعلیم کے ساتھ معاہدہ کر کے تین سال تک چک نمبر 26۔ایم بی کے ہائی سکول میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اکتوبر 1965ء میں اپنی زندگی وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اسی دوران آپ نے بی اے اور مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ مئی 1971ء میں جامعہ احمدیہ سے شاہد کا امتحان پاس کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کا پہلا تقرر ایڈیشنل نظارت اصلاح وارشاد میں ہوا جس کے تحت آپ کو 26؍مئی تا 10؍جون 1971ء شورکوٹ میں خدمت کی توفیق ملی۔ جولائی 1971ء میں آپ کا تقرر جامعہ احمدیہ ربوہ میں بطور استاد صَرف ونَحو ہوا۔ آپ کو 2008ء تک (سینتیس سال) جامعہ احمدیہ میں بطور استاد تدریسی فرائض سرانجام دینے کی توفیق ملی، صَرف ونَحو کے علاوہ آپ تفسیر اور تاریخ وسیرت بھی پڑھاتے رہے۔

اسی دوران جامعہ میں بعض دیگر خدمات بھی آپ کے سپرد رہیں جن میں ناظم الامتحانات، ہائیکنگ انچارج، ٹیوٹر، سپرنٹنڈنٹ ناصر ہوسٹل اور وائس پرنسپل جیسے اہم عہدے شامل ہیں۔

آپ نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں مہتمم مقامی، مہتمم اطفال، مہتمم تعلیم، مہتمم صحت جسمانی اور نائب صدر اور مجلس انصاراللہ پاکستان میں بطور قائد وقفِ جدید اور نائب صدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ مجلس افتاء، تدوین فقہ کمیٹی، دارالقضاء کے ممبر رہے اسی طرح صدر عربی ڈیسک پاکستان، بیوت الحمد سکیم، تزئین ربوہ کمیٹی کے سربراہ بھی رہے۔

آپ ایک کہنہ مشق مقرر، ادیب، صحافی اور شاعر تھے۔

آپ ایڈیٹر ماہنامہ انصاراللہ ربوہ بھی رہے۔ آپ کو بہت سے جماعتی مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ تھانہ ربوہ میں آپ کے خلاف 15 مقدمات درج ہوئے۔ اسی طرح ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ سندھ کے علاقے میں بھی آپ پر پانچ مقدمات بنائے گئے جن کے نتیجہ میں سالہاسال تک ان مقدمات کی پیروی کے لیے آپ کو عدالتوں میں جانا پڑا۔

نومبر 2008ء میں آپ کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن ووقف عارضی مقرر فرمایا۔ پھر فروری 2018ء میں حضورِانور نے آپ کو ازراہِ شفقت صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان مقرر فرمایا۔ مورخہ 18؍دسمبر 2024ء کو آپ نے مجلس صدر انجمن کے ایک اجلاس کی صدارت کی۔ اسی رات کو آپ کو ہارٹ اٹیک ہوا اور ایک ہفتہ وینٹی لیٹر پر رہنے کے بعد وفات پاگئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''یہاں جلسہ پہ آتے تھے۔ بڑے اخلاص اور وفا کا اظہار کرتے تھے۔ یہاں ملتے تھے تو ہمیشہ مَیں نے ان کی آنکھوں میں محبّت اور پیار دیکھا ہے اور اطاعت کا عمدہ معیار دیکھا ہے۔ یہاں بھی آ کے اگر کوئی ان کو بلاتا تو شرط یہ ہوتی تھی کہ مَیں نے نمازیں یہاں خلیفۂ وقت کے پیچھے باجماعت پڑھنی ہیں۔ اگر اس سے پہلے پہلے تم مجھے پہنچا سکتے ہو تو تمہارے ساتھ جا سکتا ہوں، نہیں تو نہیں۔ ...... بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنا وَقف نبھانے کا حق ادا کیا۔ خلافت سے بے انتہا اخلاص و وفا کا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت و رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند کرے، آمین۔

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 12 جنوری 2025ء)

شعبہ وقفِ جدید جماعت احمدیہ جرمنی

شعبہ وقف جدید کی تاریخ پر مشتمل یہ مضمون مکرم سیّد افتخار احمد صاحب ممبر تاریخ کمیٹی جرمنی نے تیار کیا ہے۔
قارئین میں سے کسی کے علم میں مزید معلومات ہوں تو تاریخ کمیٹی کو مطلع کر کے ممنون فرمائیں، جزاکم اللہ۔ (صدر تاریخ احمدیت کمیٹی جرمنی)

وقفِ جدید حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی جاری فرمودہ ایک دور رَس نتائج کی حامل تحریک ہے جسے آپ نے 1957ء میں جاری فرمایا، یہ آپؓ کے عہدِ خلافت کی آخری تحریک ہے۔جس کا مقصد پاکستان کے دور دراز پسماندہ علاقوں میں آباد احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا تھا۔اس کے لئے چندہ کے ساتھ وقف زندگی کی بھی تحریک تھی۔ان واقفین کو مختصر مدتی تعلیمی کورسز کروا کر بطور معلّم دیہاتی جماعتوں میں متعیّن کیا جانا تھا۔چنانچہ حضورؓ نے جماعت کے سامنے یہ تحریک رکھتے ہوئے فرمایا:

''ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیے کہ اگر وہ ترقی کرنا چاہتی ہے تو اس کو اس قسم کے وقف جاری کرنے پڑیں گے اور چاروں طرف رشد و اصلاح کا جال پھیلانا پڑے گا یہاں تک کہ پنجاب کا کوئی گوشہ اور مقام ایسا نہ رہے جہاں رشد و اصلاح کی کوئی شاخ نہ ہو''۔

(خطبہ 3/ جنوری 1958ء روزنامہ الفضل 11/ جنوری 1958ء)

اسی طرح حضورؓ نے فرمایا:

''پس میں اتمام حجت کے لیے ایک بار پھر اعلان کرتا ہوں تا کہ مالی امداد کی طرف بھی لوگوں کو توجہ ہو اور وقف کی طرف بھی لوگوں کو توجہ ہو''۔ (الفضل 7/ جنوری 1958ء)

یہ تحریک ابتداء میں صرف پاکستان کے احمدیوں کے لیے تھی تاہم باہر کے احمدیوں میں سے اگر کوئی اپنی مرضی سے اس میں حصہ لینا چاہتا تو لے لیتا تھا۔ یہاں تک کہ 27 دسمبر 1985ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خطبہ جمعہ میں اس بابرکت تحریک کو ساری دنیا کے لیے عام کر دیا تا کہ پاکستان اور انڈیا سے باہر کے احمدی احباب بھی تحریک وقفِ جدید کے ثواب سے محروم نہ رہیں، حضورؒ نے فرمایا:

''کوشش ہونی چاہیے کہ اس میں تعداد زیادہ ہو کثرت کے ساتھ احمدی بچے، عورتیں، بوڑھے اس میں شامل ہوں اور رقم اتنی رہے کہ عام چندوں کے لحاظ سے خاندانوں پر بوجھ نہ پڑے''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 27 دسمبر 1985ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اس خطبہ کے بعد جماعت جرمنی نے بھی فوری لبّیک کہتے ہوئے اس پر کام شروع کر دیا۔سب سے پہلے جماعتی نظام میں شعبہ وقفِ جدید کا اضافہ کر کے مجلس عاملہ میں سیکرٹری وقف جدید کا تقرر کیا گیا۔1986ء کے آغاز سے اب تک جن دوستوں کو اس تحریک کے لیے بطور نیشنل سیکرٹری کام کرنے کا موقع ملا۔ ان کے اسماء مع عرصہ خدمت درج ذیل ہیں۔

نمبر	نام	عرصہ خدمت
1	مکرم عرفان احمد خان صاحب	جنوری 1986ء تا جون 1987ء
2	مکرم عبدالرشید بھٹی صاحب	جولائی 1987ء تا جون 1989ء
3	مکرم عبدالکریم زاہد صاحب	جولائی 1989ء تا جون 1992ء
4	مکرم رفیق احمد صاحب	جولائی 1992ء تا دسمبر 1993ء
5	مکرم مسعود احمد ناصر صاحب	جنوری 1994ء تا جون 1995ء
6	مکرم محمد ریاض سیفی صاحب	جولائی 1995ء تا جون 1998ء
7	مکرم انس محمود منہاس صاحب	جولائی 1998ء تا جون 2004ء
8	مکرم شیخ کلیم اللہ صاحب	جولائی 2004ء تا جون 2019ء
9	مکرم ملک سکندر حیات صاحب	جولائی 2019ء تا حال

ان سیکرٹریان کرام نے اپنے اپنے دَور میں حالات و وسائل کے مطابق خدمت کرتے ہوئے احباب جماعت جرمنی کو اس بابرکت تحریک میں شامل کرنے کی کوششیں کیں۔ جن کے نتیجہ میں سال بہ سال وعدوں اور شاملین کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ احباب نے بھی حسبِ روایت تعاون کرتے ہوئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ہر سال جماعت ترقی کی نئی منازل طے کرتی گئی جس کا اندازہ مالی قربانی کے حسب ذیل مختصر جائزہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

نمبر	سال	رقم	کرنسی
1	1986ء	6808	مارک
2	1987ء	15633	مارک
3	1988ء	24752	مارک
4	1989ء	39930	مارک
5	1990ء	59608	مارک
6	1991ء	86755	مارک
7	1992ء	126,798	مارک
8	1993ء	191,335	مارک
9	1994ء	191,499	مارک
10	1995ء	215,355	مارک
11	1996ء	266,714	مارک
12	1997ء	296,043	مارک
13	1998ء	351,830	مارک
14	1999ء	409,738	مارک
15	2000ء	422,373	مارک
16	2001ء	482,450	مارک
17	2002ء	241,858	یورو
18	2003ء	273,179	یورو
19	2004ء	312,922	یورو
20	2005ء	329,658	یورو
21	2006ء	376,579	یورو
22	2007ء	351,989	یورو
23	2008ء	471,835	یورو
24	2009ء	479,175	یورو
25	2010ء	728,887	یورو
26	2011ء	764,292	یورو
27	2012ء	823,998	یورو
28	2013ء	987,002	یورو
29	2014ء	1,120,574	یورو
30	2015ء	1,235,685	یورو
31	2016ء	1,399,965	یورو
32	2017ء	1,463,820	یورو
33	2018ء	1,564,499	یورو
34	2019ء	1,840,538	یورو
35	2020ء	2,068,527	یورو
36	2021ء	2,301,491	یورو
37	2022ء	2,181,918	یورو
38	2023ء	2,338,460	یورو
39	2024ء	2,445,000	یورو

مالی قربانی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت جرمنی صفِ اوّل کی جماعتوں میں شمار ہوتی رہی ہے۔ 1990ء اور 1991ء میں دنیا بھر میں اوّل بھی آئی، الحمدللہ۔(خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 12 و1014)۔اس کے بعد دوسری اور تا حال تیسری پوزیشن پر رہی ہے۔

رپورٹ دفتر اطفال جرمنی

سال	اطفال وناصرات	وصولی (یورو)
2021ء سے پہلے کا ریکارڈ دستیاب نہیں ہو سکا		
2021ء	9641	250.503
2022ء	9261	237.536
2023ء	9706	244.294
2024ء	10105	254.000

سیکرٹریان وقف جدید جرمنی

مکرم انس محمود منہاس صاحب

مکرم انس محمود منہاس صاحب 12 اکتوبر 1962ء کو مکرم میاں محمد احمد خان صاحب مرحوم کے ہاں چک نمبر 166 بہاولنگر میں پیدا ہوئے۔ آپ میٹرک کے بعد کراچی منتقل ہو گئے جہاں گریجوایشن اور ایم کام کی تعلیم مکمل کی۔ مجلس خدام الاحمدیہ میں ناظم اشاعت، زعیم حلقہ اور سیکرٹری تحریکِ جدید مارٹن روڈ کراچی رہے۔ دسمبر 1987ء میں پاکستان سے جرمنی آ گئے۔ جماعت Bad Nauheim میں سیکرٹری تبلیغ مقرر ہوئے۔ مجلس شوریٰ 1988ء میں شریک ہوئے۔ بعدازاں قائد مجلس خدام الاحمدیہ Wiesbaden کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ 1989ء کی جماعتی مجلس شوریٰ میں پہلی بار شامل ہوئے۔ اُس سال جوبلی جلسہ سالانہ یوکے کے ویزا کے حصول کے ضمن میں شعبہ امور خارجیہ میں خدمت کی توفیق پائی۔ 1992ء میں قائد مجلس Ortenberg کی حیثیت سے علم انعامی حاصل کیا۔ 1993ء میں ایڈیشنل جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ جرمنی مقرر ہوئے۔ 1994ء میں ایم ٹی اے فنڈ کی وصولی کے لیے بھی ڈیوٹی لگی جسے 2004ء تک نبھانے کی سعادت ملی۔ 1995ء میں ایڈیشنل سیکرٹری مال جرمنی مقرر کیا گیا۔ اس خدمت کے دوران مالی قربانی کی اہمیت پر ایک کتابچہ تیار کروایا گیا اور بکثرت جماعتی دورہ جات کئے گئے۔ 1996ء میں ایڈیشنل جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمت کی توفیق ملی اور مکرم جنرل سیکرٹری صاحب کی بیماری کی وجہ سے 1997ء میں سیکرٹری مجلس شوریٰ کے طور پر بھی کام کرنے کی توفیق ملی۔ اس سال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجلس شوریٰ کے نمائندگان سے براہِ راست سیٹلائٹ کے ذریعہ خطاب فرمایا تھا۔ 1998ء میں آپ کے سپرد نیشنل سیکرٹری وقفِ جدید کی ذمہ داری ہوئی۔ جسے 2004ء تک (انگلستان منتقل ہونے تک) بخیر وخوبی بجالاتے رہے۔ 2004ء میں انگلستان منتقل ہونے پر ریجنل امیر لندن کے ہمراہ نائب کے طور پر نیز قائد تحریکِ جدید اور پھر دو سال قائد وقفِ جدید کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔

2009ء تا 2014ء صدر جماعت مسجد فضل لندن خدمت کی توفیق پائی۔ 2016ء کے آغاز میں جرمنی واپس آئے تاہم اُسی سال کے آخر میں پھر انگلستان چلے گئے اور مینیجر مسجد فضل لندن کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

مکرم مسعود احمد ناصر صاحب

مکرم مسعود احمد ناصر صاحب 12 دسمبر 1952ء کو محترم حافظ محمد یوسف صاحب کے ہاں کوئٹہ میں پیدا ہوئے جنہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کے بابرکت دَورِ خلافت میں احمدیت قبول کی تھی اور ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی خدمات وقفِ جدید میں پیش کر کے انسپکٹر وقفِ جدید کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

مکرم مسعود ناصر صاحب نے ابتدائی تعلیم ربوہ سے حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم اور حصول روزگار کے لیے کوئٹہ چلے گئے جہاں روزگار کے ساتھ ساتھ معاشیات میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کر کے اسی فیلڈ میں ملازمت کرتے رہے۔

1988ء میں جرمنی میں آئے اور 1989ء میں شہر من ہائیم میں مقیم ہو گئے۔ جماعتی خدمت کا جذبہ آپ کو موروثی طور پر عطا ہوا تھا۔ آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ مضمون نگار، شاعر اور مقرر بھی تھے۔ اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ انہیں بھی جماعتی خدمات کی توفیق مل رہی ہے۔ مقامی جماعت Mannheim میں درج ذیل خدمات کی توفیق ملتی رہی۔

آپ کو لوکل امارت من ہائیم میں صدر مجلس انتخاب، جنرل سیکرٹری، سیکرٹری تربیت اور صدر جماعت اوسٹ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ خدمتِ خلق کا جذبہ بھی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جماعت من ہائیم میں نئے آنے والوں کی بہت خدمت کیا کرتے تھے۔ ہر طرح کی مدد مہیا کرتے۔ بچوں کو تعلیمی اداروں میں داخلے کے لیے اور مختلف اداروں میں ترجمانی کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے۔ جب تک زندگی اور صحت نے اجازت دی امام الصلوٰۃ کی ڈیوٹی بھی کرتے رہے۔

موصوف 17 دسمبر 2017ء کو من ہائیم میں ہی اپنے مالک کے حضور حاضر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات قبول فرمائے اور بہترین اجر سے نوازے، آمین۔

مکرم رفیق احمد صاحب

مکرم رفیق احمد صاحب ابن مکرم غلام رسول صاحب مرحوم پاکستان کے صوبہ سندھ کے شہر کراچی میں 1949ء میں پیدا ہوئے۔ حیدرآباد میں بی کام تک تعلیم حاصل کی۔ کراچی C.A (چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ) کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ 1976ء میں کراچی کے ایک بنک کے ہیڈ آفس میں ملازمت کرتے رہے۔

ستمبر 1965ء میں مولانا غلام احمد فرخ صاحب کے ذریعہ قبول احمدیت کی سعادت پائی۔ اس وقت حیدرآباد میں آپ کے ہمسائے میں مکرم شیخ فیض اللہ صاحب ابن مکرم شیخ نعمت اللہ صاحب وزیرآبادی کا گھر تھا جن کے

باقی صفحہ 39 پر

مکرم انس محمود منہاس صاحب

مکرم مسعود احمد ناصر صاحب

مکرم رفیق احمد صاحب

مکرم ملک سکندر حیات صاحب

مکرمہ درثمین احمد صاحبہ، جرمنی

قسط نمبر 1

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم تعبیر الرویا

اخبار احمدیہ جرمنی میں ''حضرت مسیح موعودؑ کا علم تعبیر الرویا'' کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین شروع کیا جا رہا ہے۔ اس کی پہلی قسط میں علم تعبیر الرویا سے متعلق بعض اہم اور ضروری امور پیش کئے جا رہے ہیں اور بعد کی اقساط میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ خوابوں کی تعبیریں شامل اشاعت ہوں گی۔ اس مواد کو محترمہ درثمین احمد صاحبہ اہلیہ مکرم آصف محمود صاحب (Bad Marienberg) نے بڑی محنت سے جمع کیا ہے جبکہ اسے حروف تہجی کے اعتبار سے مکرم طارق محمود صاحب نے مرتّب کیا ہے، فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

علم تعبیر رویا جو قرآنِ عظیم کی اصطلاح میں تاویل الاحادیث کہلاتا ہے مذاہب عالم بالخصوص اسلام میں بہت اہم اور بے شمار وسعتوں پر محیط ہے۔ خدا تعالیٰ کے ازلی ابدی چشمہ علم و عرفان سے فیض یاب ہونے کے باعث زمانہ قدیم سے دائمی حیثیت کا حامل رہا ہے۔ اسلام میں اذان کا آغاز خواب کا ہی مرہونِ منّت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے 14 سو جاں نثار صحابہ کے ساتھ صرف خواب کی بنا پر مدینہ سے حدیبیہ کے مقام پر تشریف لے گئے۔ خواب اور رویا روزمرہ انسانی زندگی کا ایک حصہ ہیں۔ ہر انسان اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی خواب ضرور دیکھتا ہے یعنی نیند کی حالت میں کوئی نہ کوئی نظارہ اسے دکھایا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں بھی رویا صادقہ کا ذکر فرمایا گیا ہے مثلاً حضرت ابراہیمؑ کا اپنے بیٹے سے متعلق رویا، حضرت یوسفؑ کا رویا۔ حضرت یوسفؑ کو رویا کی تعبیر کے علم دینے کا بھی اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر ذکر فرمایا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے ساتھ جو دوسرے دو قیدی تھے ان کے خوابوں اور ان کی تعبیر جو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو سمجھائی اس کا بھی تذکرہ ہے۔ اسی طرح حضرت یوسفؑ کے دَور کے بادشاہ نے جو خواب دیکھا اور اس کی جو تعبیر حضرت یوسفؑ نے بیان فرمائی، اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر بھی اپنے کلامِ مجید میں محفوظ فرمایا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر نبی کریمؐ کے بعض رویا کا ذکر بھی قرآنِ کریم میں موجود ہے جو نبی کریمؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف اوقات میں دکھائے گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سچی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں سے محبّت کا ایک اظہار خواب کے ذریعہ پیش از وقت خوشخبری دے کر بھی فرماتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ نماز فجر کے بعد اپنے صحابہ کے درمیان تشریف فرما ہوتے اور فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو سنائے۔

(بخاری کتاب تعبیر الرویا باب 48)

اچھے یا برے خواب از روئے حدیث

خواب اچھے اور برے (انذاری) دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ: خواب تین طرح کے ہیں: دل کے خیالات، شیطان کی طرف سے ڈراؤنا خواب اور اللہ کی طرف سے خوشخبری۔

(صحیح بخاری، کتاب الرویا باب القید فی المنام)

اسی طرح حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جبکہ بُرا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔ پس اگر کوئی برا خواب دیکھے تو اس سے اللہ کی پناہ مانگے اور بائیں طرف تھوک دے وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

(صحیح بخاری، کتاب الرویا باب الرویا الصالحۃ باب الحُلم من الشیطان)

نیک، اچھے اور سچے خواب اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین کا موجب بھی بنتے ہیں اور خالق حقیقی کو پہچاننے کا بھی ایک ذریعہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں نیک خواب کو علم

نبوت کا ایک جز قرار دیا گیا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

کسی نیک آدمی کا اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الرویا باب رویا الصالحین)

نیک اور سچے خواب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریمؐ مقام نبوت پر سرفراز ہونے سے قبل اور وحی الٰہی کے نزول سے پہلے نیک اور سچے خواب دیکھا کرتے تھے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان فرماتی تھیں کہ رسول اللہؐ پر وحی کی ابتدا (نیند میں) سچے خوابوں سے ہوئی تھی۔ جو خواب بھی آپؐ دیکھتے صبح کی روشنی کی طرح پورا ہو جاتا۔

(صحیح بخاری، کتاب الوحی باب کیف کان بدء الوحی، کتاب الرویا)

حیرت انگیز واقعہ

تاریخ اسلام میں یہ حیرت انگیز واقعہ بھی ریکارڈ ہے کہ صحابی رسول حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں مسیلمہ بن کذاب سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ اس وقت آپؓ کے بدن مبارک پر نفیس زِرہ تھی جو کسی نے ان کے جسم سے اتار کر رکھ لی۔ ایک شخص کو حضرت ثابت بن قیسؓ خواب میں ملے اور فرمایا کہ میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں تم اسے خواب سمجھ کر خاموش نہ بیٹھ جانا۔ وہ وصیت یہ ہے کہ جب میں شہید ہوا تو ایک آدمی نے میری زرہ اتار لی۔ اس شخص کا خیمہ لشکر کے کنارے پر ہے اور اس کے خیمے کے پاس گھوڑے بندھے ہوئے ہیں۔ زِرہ پر اس شخص نے ہانڈی ڈھانپ رکھی ہے اور ہانڈی پر پالان۔ تم ہمارے سپہ سالار خالد بن ولیدؓ سے کہو کہ وہ میری زِرہ اس شخص کے پاس سے منگوالیں۔ اور جب خلیفہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ تو ان سے کہنا کہ اس قدر مجھ پر قرض ہے اور اس قدر میرا قرض فلاں شخص پر ہے اور کہنا کہ میں اپنے فلاں غلام کو آزاد کرتا ہوں۔ میں تمہیں مکرر کہتا ہوں کہ اسے خواب نہ جاننا۔ اس شخص نے جاکر حضرت خالدؓ سے کہا حضرت خالدؓ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس کے خیمہ سے جاکر زِرہ لے آئے۔ جب وہ اس کے خیمہ میں پہنچا تو اس کے اندر کوئی نہ تھا۔ اندر جاکر پالان اُلٹا تو اس کے نیچے ہانڈی نکلی اور ہانڈی کے نیچے زِرہ۔ یہ زِرہ حضرت خالدؓ کے پاس لے آیا۔ پھر جب مدینہ پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے انہوں نے وصیت بیان کی اور حضرت ابوبکرؓ نے اس پر عمل کیا۔

(ازالہ الخلفاء عن خلافتہ الخلفاء حصہ اول از حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ ناشر محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل 180-179)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ علم تعبیر کی تجدید

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خلفا نے جو تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے ہیں ان میں علم تعبیر الرویا بھی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی علم و معرفت سے معمور کتب اور ملفوظات میں اس علم سے متعلق ایسی روشنی ہے کہ دن ہی چڑھا دیا ہے۔ آپؑ کے قلم سے بے شمار خوابوں کی تعبیریں ملتی ہیں جن کو دیکھ کر یوں نظر آتا ہے کہ کوثر و تسنیم کا سرچشمہ ہے جو پوری شان سے بہہ رہا ہے، جس پر آپ کا پیدا کردہ لٹریچر گواہ ہے۔ حضورؑ نے نہ صرف اس علم کی اہمیت نمایاں کی بلکہ اس کی ضرورت اور اس کے اغراض و مقاصد بیان فرمائے اور بتایا کہ قسام ازل نے خوابوں کی استعداد ہر شخص میں رکھی ہے تاکہ خدا کے پاک نبیوں پر ایمان کے لیے حجّت ہو اور انسان صداقت کو شناخت کر سکے۔ حضورؑ نے علم التعبیر کے اصولوں، غیر مسلم و مسلم کے خوابوں میں فرق، کامل مقربان درگاہ الٰہی کے خوابوں کے امتیاز کی واضح علامات بیان کی ہیں۔ اس طرح سے زمانہ کا جو تقاضا تھا کہ خدا کا کوئی فرستادہ اور برگزیدہ زندہ خدا کی زندہ تجلیات کی اَز سرِ نو چہرہ نمائی کرے اور قرآن و حدیث کے علوم کی طرح علم تعبیر کو بھی ایک سائنس کی حیثیت سے پیش کرے اور اپنے روحانی تجربات و مشاہدات کی روشنی میں اس کو دنیا پر آشکار کرے۔ سو الحمد للہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ نے اس ضرورت کو نہایت شاندار رنگ میں پورا فرمایا۔ (ماخوذ از علم تعبیر الرؤیا اور اس کے عجائبات از مولانا دوست محمد شاہد صاحب، صفحہ 4 تا 7)

خواب کی حقیقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خواب کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے وحی اور الہام کا مادہ ہر شخص میں رکھ دیا ہے۔ کیونکہ اگر یہ مادہ نہ رکھا ہوتا تو پھر حجّت پوری نہ ہو سکتی۔ اس لئے جو نبی آتا ہے اس کی نبوت اور وحی و الہام کے سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی فطرت میں ایک ودیعت رکھی ہوئی ہے اور وہ ودیعت خواب ہے۔ اگر کسی کو کوئی خواب سچی کبھی نہ آئی ہو تو وہ کیونکر مان سکتا ہے کہ الہام اور وحی بھی کوئی چیز ہے۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ: 287) اس لیے یہ مادہ اس نے سب میں رکھ دیا ہے۔ میرا یہ مذہب ہے کہ ایک بدکار اور فاسق فاجر کو بھی بعض وقت سچی رویا آجاتی ہے اور کبھی کبھی کوئی الہام بھی ہو جاتا ہے۔ گو وہ شخص اس کیفیت سے کوئی فائدہ اُٹھاوے یا نہ اُٹھاوے۔ جبکہ کافر اور مومن دونوں کو سچی رویا آجاتی ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ عظیم الشان فرق تو یہ ہے کہ کافر کی رویا بہت ہی کم سچی نکلتی ہے اور مومن کی کثرت سے سچی نکلتی ہے۔ گویا پہلا فرق کثرت اور قلّت کا ہے۔ دوسرے مومن کے لیے بشارت کا حصہ زیادہ ہے۔ جو کافر کی رویا میں نہیں ہوتا سوم مومن کو رویا مصفا اور روشن ہوتی ہے۔ بحالیکہ کافر کی رویا مصفا نہیں ہوتی۔ چہارم مومن کی رویا اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 280، 281)

وحی والہام کی ایک قسم خواب

حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ:

صورت چہارم الہام کی یہ ہے کہ رویا صادقہ میں کوئی امر خدائے تعالیٰ کی طرف سے منکشف ہو جاتا ہے یا کبھی کوئی فرشتہ انسان کی شکل میں متشکل ہو کر کوئی غیبی بات بتلاتا ہے یا کوئی تحریر کاغذ پر یا پتھر وغیرہ پر مشہود

ہو جاتی ہے جس سے کچھ اسرارِ غیبیہ ظاہر ہوتے ہیں۔ وَغَیْرُھَا مِنَ الصُّوَرِ۔

چنانچہ یہ عاجز اپنے بعض خوابوں میں سے جن کی اطلاع اکثر مخالفین اسلام کو انہیں دنوں میں دی گئی تھی کہ جب وہ خوابیں آئی تھیں اور جن کی سچائی بھی انہیں کے روبرو ظاہر ہوگئی بطور نمونہ بیان کرتا ہے۔ مجملہ اُن کے ایک وہ خواب ہے جس میں اس عاجز کو جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت ہوئی تھی۔ اور بطور مختصر بیان اس کا یہ ہے کہ اس احقر نے 1864ء یا 1865ء عیسوی میں اسی زمانے کے قریب کہ جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا جناب خاتم الانبیاء ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔ غرض آنحضرتؐ نے وہ کتاب مجھ سے لے لی۔ اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا۔ تب ایک مردہ کہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا آنحضرت کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آ کھڑا ہوا اور یہ عاجز آنحضرت کے سامنے کھڑا تھا جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور آنحضرت بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔ پھر خلاصۂ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت ﷺ نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دے دی اور اس نے وہیں کھا لی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اونچی ہوگئی اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرت کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی۔ تب اسی نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی و الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔ یہ وہ خواب ہے کہ تقریباً دو سو آدمی کو انہیں دنوں میں سنائی گئی تھی جن میں سے پچاس یا کم و بیش ہندو بھی ہیں کہ جو اکثر ان میں سے ابھی تک صحیح و سلامت ہیں اور وہ تمام لوگ خوب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں براہینِ احمدیہ کی تالیف کا ابھی نام و نشان نہ تھا اور نہ یہ مرکوز خاطر تھا کہ کوئی دینی کتاب بنا کر اس کے استحکام اور سچائی ظاہر کرنے کے لئے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اب وہ باتیں جن پر خواب دلالت کرتی ہے کسی قدر پوری ہوگئیں اور جس قطبیت کے اسم سے اُس وقت کی خواب میں کتاب کو موسوم کیا گیا تھا۔ اسی قطبیت کو اب مخالفوں کے مقابلے پر بوعدہ انعام کثیر پیش کر کے حجّت اسلام ان پر پوری کی گئی ہے۔ اور جس قدر اجزا اس خواب کے ابھی تک ظہور میں نہیں آئے ان کے ظہور کا سب کو منتظر رہنا چاہئے کہ آسمانی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں۔ (براہین احمدیہ، حصہ سوم روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 276-274 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

تخمیناً دس برس کا عرصہ ہوا ہے جو میں نے خواب میں حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھا اور مسیح نے اور میں نے ایک جگہ ایک ہی برتن میں کھانا کھایا اور کھانے میں ہم دونوں ایسے بے تکلّف اور بامحبّت تھے کہ جیسے دو حقیقی بھائی ہوتے ہیں اور جیسے قدیم سے دو رفیق اور دلی دوست ہوتے ہیں اور بعد اس کے اُسی مکان میں جہاں اب یہ عاجز اس حاشیہ کو لکھ رہا ہے۔ میں اور مسیح اور ایک اور کامل اور مکمل سید آل رسول دالان میں خوشدلی سے ایک عرصے تک کھڑے رہے اور سیّد صاحب کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ اس میں بعض افراد خاصہ امت محمدیہ کے نام لکھے ہوئے تھے اور حضرت خداوندتعالیٰ کی طرف سے ان کی کچھ تعریفیں لکھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ سیّد صاحب نے اس کاغذ کو پڑھنا شروع کیا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسیح کو امت محمدیہ کے ان مراتب سے اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ جو عنداللہ ان کے لئے مقرر ہیں اور اس کاغذ میں عبارت تعریفی تمام ایسی تھی کہ جو خالص خدائے تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ سو جب پڑھتے پڑھتے وہ کاغذ اخیر تک پہنچ گیا اور کچھ تھوڑا ہی باقی رہا۔ تب اس عاجز کا نام آیا۔ جس میں خداتعالیٰ کی طرف سے یہ عبارت تعریفی عربی زبان میں لکھی ہوئی تھی ھُوَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَ تَفْرِیْدِیْ فَکَادَ اَنْ یُّعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ۔ یعنے وہ مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید۔ سو عنقریب لوگوں میں مشہور کیا جائے گا۔ یہ اخیر فقرہ فَکَادَ اَنْ یُّعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ اسی وقت بطور الہام بھی القا ہوا۔ چونکہ مجھ کو اس روحانی علم کی اشاعت کا ابتداء سے شوق ہے۔ اس لئے یہ خواب اور یہ القا بھی کئی مسلمانوں اور کئی ہندوؤں کو جو اب تک قادیان میں موجود ہیں اسی وقت بتلایا گیا... اس جگہ یاد رہے کہ اگرچہ کبھی کبھی ایسے لوگ بھی کہ جو مذہب اسلام سے خارج ہیں۔ کوئی کوئی سچی خواب دیکھ لیتے ہیں۔ مگر ان میں اور مسلمانوں کی خوابوں میں کہ جو خدا کے رسول مقبول کا کامل اتباع اختیار کرتے ہیں۔ کئی طور سے صریح فرق ہے۔ منجملہ ان فرقوں کے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کو سچی خوابیں کثرت سے آتی ہیں جیسا ان کی نسبت خداتعالیٰ نے آپ وعدہ دے رکھا ہے اور فرمایا لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (یونس:65) لیکن کفار اور منکرین اسلام کو اس کثرت سے سچی خوابیں ہرگز نصیب نہیں ہوتیں بلکہ ان کا ہزارم حصہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کا ثبوت ہماری ان ہزار ہا سچی خوابوں کے ثبوت سے ہوسکتا ہے جن کو ہم نے قبل از وقوع صدہا مسلمانوں اور ہندوؤں کو بتلا دیا ہے اور جن کے مقابلہ سے غیر قوموں کا عاجز ہونا ہم ابتدا سے دعویٰ کر رہے ہیں۔ اور ایک یہ فرق ہے کہ مسلمان کی خواب اکثر اوقات نہایت عالی شان اور مہماتِ عظیمہ کی بشارت اور خوشخبری پر مشتمل ہوتی ہے اور کافر کی خواب اکثر اوقات امور خسیسہ میں اور ہیچ اور

بے قدر ہوتی ہے اور ذلت اور ناکامی کے مکروہ آثار اس میں نمودار ہوتے ہیں۔ ... ایک فرق یہ ہے کہ مسلمان کی خواب نہایت راست اور منکشف ہوتی ہے۔ اور کامل مسلمان کو بہت ہی کم اتفاق ہوتا ہے کہ اس کی خواب بے اصل اور اضغاث احلام میں داخل ہو۔ کیونکہ وہ پاک دل اور پاک مذہب ہے اور حضرت احدیّت سے سچا رابطہ رکھتا ہے برخلاف منکر اسلام کے کہ جو بباعث ناپاک دلی اور ناراستی مذہب کے گویا ایک نجاست میں پڑا ہوا ہے اس کو بہت ہی کم اتفاق ہوتا ہے کہ اس کی کوئی خواب سچی ہو۔ پھر تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اگر کسی منکر اسلام کی شاذونادر کوئی بعض خواب کبھی سچی بھی ہو تو اس میں یہ شرط ہے کہ وہ منکر کوئی معاند پادری یا پنڈت نہ ہو بلکہ کوئی سیدھا سادھا ہندو یا غریب عیسائی ہو جس کو اپنے مذہب پر کچھ ایسا اعتقاد نہ ہو۔ نہ اسلام سے کچھ بغض وکینہ ہو۔ اور پھر یہ بھی تجارب کثیرہ سے ثابت ہوا ہے کہ جو کسی غریب ہندو یا عیسائی کی کبھی کسی حالت میں خواب سچی ہو جائے تو وہ خطا اور غلطی کی آمیزش سے بکلی پاک اور صاف نہیں ہوتی۔ بلکہ کچھ نہ کچھ کمی بیشی اور پراگندگی اور افراط تفریط ضرور اس میں ہوتا ہے۔ ہم کو یاد ہے کہ محرم 1299ء ہجری کی پہلی یا دوسری تاریخ میں ہم کو خواب میں یہ دکھائی دیا کہ کسی صاحب نے مدد کتاب کے لئے پچاس روپیہ روانہ کئے ہیں۔ اسی رات ایک آریہ صاحب نے بھی ہمارے لئے خواب دیکھی کہ کسی نے مدد کتاب کے لئے ہزار روپیہ روانہ کیا ہے۔ اور جب انہوں نے خواب بیان کی تو ہم نے اسی وقت ان کو اپنی خواب بھی سنادی اور یہ بھی کہہ دیا کہ تمہاری خواب میں انیس حصے جھوٹ مل گیا ہے۔ اور یہ اُسی کی سزا ہے کہ تم ہندو اور دین اسلام سے خارج ہو۔ شاید اُن کو گراں ہی گزرا ہو گا۔ مگر بات سچی تھی جس کی سچائی پانچویں یا چھٹے محرم میں ظہور میں آ گئی یعنے پنجم یا ششم محرم الحرام میں مبلغ پچاس روپے جن کو جوناگڈھ سے شیخ محمد بہاؤالدین صاحب مدارالمہام ریاست نے کتاب کے لئے بھیجا تھا۔ کئی لوگوں اور ایک آریہ کے روبرو پہنچ گئے۔ و الحمدللہ علیٰ ذالك۔ اسی طرح ایک مرتبہ خدا نے ہم کو خواب میں ایک راجہ کے مَرجانے کی خبر دی۔ اور وہ خبر ہم نے ایک ہندو صاحب کو کہ جو اب پلیڈری کا کام کرتے ہیں بتلائی۔ جب وہ خبر اسی دن پوری ہوئی تو وہ ہندو صاحب بہت ہی متعجب ہوئے کہ ایسا صاف اور کھلا ہوا علم غیب کا کیونکر معلوم ہو گیا۔ پھر ایک مرتبہ جب انہیں وکیل صاحب نے اپنی وکالت کے لئے امتحان دیا تو اسی ضلع میں سے ان کے ساتھ اسی سال میں بہت سے اور لوگوں نے بھی امتحان دیا۔ اس وقت بھی مجھ کو ایک خواب آئی اور میں نے اس وکیل صاحب کو اور شاید تیس یا چالیس اور ہندوؤں کو جن میں سے کوئی تحصیلدار کوئی سرشتہ دار کوئی محرر ہے بتلایا کہ ان سب میں سے صرف اس شخص مقدم الذکر کا پاس ہو گا اور دوسرے سب امیدوار فیل ہو جائیں گے۔ چنانچہ بالآخر ایسا ہی ہوا۔ اور 1868ء میں اس وکیل صاحب کے خط سے اس جگہ قادیان میں یہ خبر ہم کو مل گئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ اور اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جس طرح ہمارے مخالفین کی خوابیں دنیا کے امور میں اکثر بے اصل اور دروغ بے فروغ نکلتی ہیں۔ ویسا ہی دینیات میں اُن کا مغشوش اور بے سروپا ہونا ہمیشہ ثابت ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں میں جس کو آٹھ یا نو برس کا عرصہ گزرا ہو گا۔ ہم نے سنا تھا کہ ایک پادری صاحب نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ اب تین برس کے اندر اندر حضرت مسیح آسمان سے پادریوں کی مدد کے لئے اتر آئیں گے۔ پھر شاید ایک مرتبہ ہم نے منشور محمدی یا کسی اور اخبار میں پڑھا ہے کہ ایک بنگلور کے پادری نے بھی کچھ ایسا ہی وعدہ کیا تھا۔ بہر حال مدّت ہوئی کہ وہ تین برس کا وعدہ گزر بھی گیا۔ مگر آج تک مسیح کو آسمان سے اترتا کسی نے نہیں دیکھا اور یہ پیشگوئی پادریوں کی ایسی جھوٹی ہوئی جیسا بعض نجومی نومبر 81ء کے مہینے میں قیامت کا قائم ہونا سمجھ بیٹھے تھے۔ اور واضح رہے کہ ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ کسی پادری کو مسیح کے نازل ہونے کے بارے میں خواب آئی ہو۔ مگر ہمارا یہ منشاء ہے کہ پادریوں کی خوابیں بباعث کفر اور عداوت حضرت خاتم الانبیاء کے اکثر دروغ بے فروغ نکلتی ہیں اور اگر کوئی خواب شاذونادر کسی قدر سچّی ہو۔ تو وہ مشتبہ اور مبہم ہوتی ہے۔ پس اگر مسیح کے بارہ میں کہ جو ان کو خواب آئی۔ اس کو اسی قسم دوم میں داخل کریں تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ مسیح سے مراد عالم رویا میں کوئی کامل فرد امّتِ محمدیہ کا ہے۔ کیونکہ قدیم سے یہ تجربہ ہوتا چلا آیا ہے کہ جب کوئی عیسائی اپنی خواب دیکھتا ہے کہ اب مسیح آنے والا ہے کہ جو دین کو تازہ کرے گا۔ یا اگر کوئی ہندو دیکھتا ہے کہ ابوئی اوتار آنے والا ہے جس سے دھرم کی ترقی ہو گی۔ تو ایسی خوابیں ان کی اگر بعض اوقات سچی ہوں۔ تو ان کی یہ تعبیر ہوتی ہے کہ اس مسیح اور اس اوتار سے مراد کوئی محمدی شخص ہوتا ہے کہ جو دین کی ترقّی اور اصلاح کے لئے اپنے وقت پر ظہور کرتا ہے اور چونکہ وہ اپنی نورانیت میں تمام مقدسوں کا وارث ہوتا ہے اس لئے مشتبہ الخیال لوگوں کی قوتِ متخیلہ میں ایسی صورت پر نظر آتا ہے یعنے ان کو وہ ایک ایسے شخص کی صورت میں متصور ہو کر دکھائی دیتا ہے جس کو وہ اپنے اعتقاد کے رُو سے بڑا مقدس اور کامل اور راستی کا پیشوا اور اپنا ہادی خیال کرتے ہیں۔ غرض عیسائیوں اور ہندوؤں کی خوابیں اکثر اوقات بے اصل اور سراسر دروغ یا مشتبہ نکلتی ہیں۔ پس بنظر ان تمام وجوہات کے یہ بات بخوبی بدیہی طور پر ثابت ہے کہ رویا صادقہ کا کثرت سے آنا، اور کامل طور پر آنا اور مہمات عظیمہ میں آنا اور انکشاف تام سے آنا۔ یہ خاصہ امت محمدیہ کا ہے۔ اس میں کسی دوسرے فرقہ کو مشارکت نہیں۔ اور عدم مشارکت کی وجہ یہی ہے کہ وہ تمام لوگ صراطِ مستقیم سے دور اور مہجور ہیں اور ان کے خیالات دنیا پرستی اور مخلوق پرستی اور نفس پرستی میں لگے ہوئے ہیں اور راستبازوں کے نور سے کہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملتا ہے بکلی بے بہرہ اور بے نصیب ہیں۔ یہ صرف دعویٰ نہیں۔ یہ صرف زبان کی بات نہیں۔ یہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے جس سے کوئی عقلمند اگر انکار کرے۔ تو اس پر لازم ہے کہ مقابلہ کرکے دکھلاوے۔ کیونکہ جو اَمر کامل ثبوتوں سے اور کامل شہادتوں سے روشن ہو چکا ہے۔ وہ صرف مونہہ کی فضول اور بیہودہ باتوں سے ٹوٹ نہیں سکتا۔ فتدبر وتفکر۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 280 تا 287 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

(باقی آئندہ، ان شاءاللہ)

نامہ نگار خصوصی کے قلم سے

روداد ریفریشر کورس مربیّان سلسلہ و واقفینِ زندگی جرمنی

منعقدہ دسمبر 2024ء اسلام آباد (یوکے)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جرمنی میں کام اس قدر بڑھ چکا ہے کہ کم و بیش ہر شعبہ میں مربّیان سلسلہ کو تعینات کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ دفاتر میں خدمات بجالانے والے ان مربیانِ سلسلہ کی تعداد 60 سے زائد ہو چکی ہے۔ کچھ عرصہ سے گاہے گاہے ان مربیانِ سلسلہ اور واقفینِ زندگی کے بھی ریفریشر کورسز منعقد کئے جا رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں 6 تا 9 دسمبر 2024ء ان مربیانِ سلسلہ و واقفین زندگی کا ایک خصوصی ریفریشر کورس اسلام آباد (یوکے) میں منعقد ہوا۔

اس پروگرام کے لئے مذکورہ شرکاء مختلف گروپس کی صورت میں مؤرخہ 5 دسمبر کو جرمنی سے روانہ ہوئے اور رات گئے بیت الفتوح (مورڈن) پہنچے۔ اگلے روز جملہ شرکاء نے نماز فجر مسجد مبارک، اسلام آباد (ٹل فورڈ) میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتداء میں ادا کی۔ اسی طرح نماز جمعہ بھی مسجد مبارک میں ادا کرنے کا موقع میسر آیا، الحمدللہ۔

یہ ریفریشر کورس دو روزہ تھا جس میں چار نشستوں کی منصوبہ بندی کی گئی تھی تاہم اسی دوران حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے ازراہِ شفقت ملاقات کا وقت عطا کئے جانے پر اس میں ایک روز کا اضافہ کر دیا گیا۔ مختلف علمائے سلسلہ کے ساتھ نشستوں کے علاوہ شرکاء ریفریشر کورس نے باقاعدگی سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں، اسلام آباد میں قائم مختلف دفاتر کا تعارف حاصل کیا اور مختلف عہدیداران سے ملاقاتیں کیں۔ ریفریشر کورس کی باقاعدہ نشستیں محترم مولانا عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر، محترم مرزا ناصر انعام صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے، محترم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ یوکے اور محترم عابد وحید خان صاحب مرکزی پریس سیکرٹری کے ساتھ منعقد ہوئیں۔ علاوہ ازیں مربیان سلسلہ (یوکے) کی ایک ٹیم کے ساتھ جمعہ کی شام کو فٹ بال میچ بھی رکھا گیا۔

جمعہ کے روز نماز مغرب کے بعد ریفریشر کورس کا پہلا اجلاس مسجد مبارک میں ہی منعقد ہوا جس میں محترم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب نے مربیان کے ساتھ گھل مل کر ایک گھنٹہ سے زائد وقت تک بے تکلفی کے ساتھ بہت عمدگی اور موثر رنگ میں گفتگو کی۔ آپ نے انسانی جسم کی مثال دے کر بتایا کہ جماعتی نظام بھی اسی کا عکس ہے جس کا ایک اہم جزو مربیان ہیں۔ مربیان اگرچہ جامعہ سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں تاہم تعلیم کا سلسلہ تو ساری عمر جاری رہتا ہے اور یہ ریفریشر کورس بھی دراصل مزید حصول تعلیم کا ایک موقع ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے بعض مربیان سے دریافت کیا کہ جب جامعہ سے فارغ التحصیل ہوئے تھے اور اب میں کیا فرق ہے تو انہوں نے بتایا کہ جامعہ میں دراصل پڑھنا سکھایا جاتا ہے اور اصل تعلیم میدان عمل میں آکر ہوتی ہے جب طرح طرح کی صورت حال کا عملاً سامنا کرنا پڑتا ہے۔

آپ نے دفاتر میں خدمت کرنے والوں کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بتایا کہ سب سے پہلے عمدہ اخلاق کا مظاہرہ ہے اور اس میں یہ بات اہم ہے کہ ہر آنے والے کو کرسی سے اٹھ کر ملا جائے۔ اسی طرح اس بنیادی امر کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اصل حکومت اللہ کی ہے۔ اگر یہ بات پیش نظر رہے تو جھوٹی اَنا سب ختم ہو جاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی سامنے رہنا چاہئے کہ جس حیثیت سے آپ کو خدمت کی توفیق مل رہی ہو، اسے آخری مقام سمجھیں۔ اس سے عہدوں کی ہوس ختم ہوتی ہے۔ آپ نے بعض مربیان سے ان کے شعبوں کے بارے میں دریافت کیا اور میدانِ عمل اور دفتر میں کام کا موازنہ کرتے ہوئے گفتگو کی۔ آپ نے اس نکتہ کی طرف توجہ دلائی کہ دوسروں کی تربیت کرتے ہوئے اس امر کو مدّنظر رکھنا چاہیے کہ دراصل پہلے آپ نے خود اپنی تربیت کرنی ہے۔ اس کے لئے ہر ایک کو عاجزی اختیار کرنی ہوگی اور اسے صرف زبانی دعوے تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ حقیقی اور عملی طور پر اسے اپنایا جائے، اس کے لئے جب تک اپنے آپ کو کمتر اور کمزور سمجھتے رہیں گے کامیاب رہیں گے۔ اسی طرح خدمت کا موقع ملنا دراصل قبولیت کی علامت ہوتی ہے، حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے کسی نے پوچھا تھا کہ مجھے کس طرح علم ہو سکتا ہے کہ میری خدمت مقبول ہو رہی ہے تو حضور نے فرمایا تھا کہ خدمت کی توفیق پاتے جانا ہی اس کی قبولیت کی نشانی ہوتی ہے۔

ریفریشر کورس کی دوسری نشست اگلے روز بروز ہفتہ مؤرخہ 7 دسمبر 2024ء کی صبح نو بجے جامعہ احمدیہ یوکے میں مکرم مرزا ناصر انعام صاحب کے ساتھ ہوئی، جس میں صرف خدام مربیانِ کرام اور واقفینِ زندگی نے شرکت کی موصوف نے گفتگو کرتے ہوئے مربیانِ کرام کو ان کی ذمہ داریوں، ان کے مقام اور ان کے فرائض کی طرف نہایت جامع اور پُراثر انداز میں توجہ دلائی اور عملی زندگی میں بہتری کے لئے بعض امور پیش کئے جن پر عمل سے نہ صرف جماعتی ذمہ داریاں بہتر رنگ میں ادا کی جاسکتی ہیں بلکہ مربیان کے ذاتی معمولات میں بھی نکھار آسکتا

محترم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ UK ریفریشر کورس کے شرکاء سے محوِ گفتگو ہیں

ہے۔ آپ نے سب سے پہلے عملی نمونہ پیش کرنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نصیحت یاد دلائی کہ ''جو لوگ برکت پاتے ہیں ان کی زبان بند اور عمل ان کے وسیع اور صالح ہوتے ہیں''۔

(البدر جلد 7 نمبر 14 صفحہ 7 تا 9 مورخہ 17 اپریل 1903ء)

انہوں نے واضح کیا کہ ایک مربی کا سب سے مؤثر ذریعہ اس کا عملی نمونہ ہے۔ الفاظ، چاہے کتنے ہی خوبصورت ہوں، اس وقت تک اثر نہیں رکھتے جب تک کہ انہیں عمل سے تقویت نہ دی جائے۔

جماعتی لٹریچر کے روزانہ مطالعہ کے لیے وقت مقرر کریں۔ مطالعہ کے دوران اہم نکات کو نوٹ کریں اور ان پر غور و فکر کریں۔ افرادِ جماعت کے ساتھ ان کتب کے نکات کا تبادلہ کریں تا کہ وہ بھی مستفید ہوں۔

آپ نے کتب حضرت مسیح موعودؑ کے مطالعہ کی ضرورت پر خصوصی زور دیا کہ یہ امر روحانیت، اسلامی تعلیمات کے فہم اور نزول برکات کا موجب ہے۔ اس کے لئے ہر مربی کو عملی اقدامات کرنے ہوں گے۔ افرادِ جماعت کی خدمت کرتے ہوئے نرمی اور حکمت کا مظاہرہ کرنے کا بھی ذکر کیا۔ اس طرح سے جماعت میں اتحاد اور وفاداری پیدا ہوگی۔

مربیان کی ذمہ داری ہے کہ وہ نہ صرف خود خلافت کے ساتھ تعلق قائم کریں بلکہ افرادِ جماعت کو بھی اس کی اہمیت سے روشناس کرائیں۔ انہوں نے تاکید کی کہ مربی کا فرض ہے کہ انہیں خلیفہ وقت اور نظام جماعت کے فیصلوں پر دلی احترام اور انشراح صدر ہونا چاہئے، اس کے نتیجہ میں ہی انہیں مثبت انداز میں احباب جماعت کے سامنے رکھ سکیں گے۔ ہر جماعتی فیصلے کو حکمت اور محبّت کے ساتھ افرادِ جماعت تک پہنچانا، خلافت کے مقام اور اس کی برکات کا شعور دلانا مربی کی اوّلین ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

ریفریشر کورس کی تیسری نشست ہفتہ مؤرخہ 7 دسمبر کی سہ پہر تین بجے مسجد مبارک میں محترم عابد وحید خان صاحب کے ساتھ ہوئی۔ آپ نے اپنی گفتگو میں بہت وضاحت کے ساتھ عہدیداران کی بعض کمزوریوں کی نشاندہی کی اور حسد و نفرت سے بچنے اور قناعت و کفایت شعاری کو اپنانے پر زور دیا اور اس کے لئے حضور انور کے نمونہ کو اپنانے کی بات کی۔ آپ نے اپنی سوچ کو وسیع کرنے اور غور و فکر کی عادت ڈالنے کی طرف بھی توجہ دلائی، کارکردگی کے بہتر اوقات کا انتخاب کرنے کی بات بھی کی۔ آپ نے باہمی اختلافات کو ختم کرنے، اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرنے سے متعلق بھی خصوصی توجہ دلائی۔

اسی طرح آپ نے کہا کہ ہر واقف زندگی کو گہرائی سے اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو کس حد تک ادا کر رہا ہے۔ بعض اوقات افراد جماعت کی طرف سے ایسی شکایات آتی ہیں جن میں مربیان اور عہدیداران کے ساتھ منفی تجربات کا ذکر ہوتا ہے جن کی وجہ سے بعض افراد جماعت سے دور ہو جاتے ہیں۔ آپ نے اس امر کی بھی نشاندہی کی کہ جن افراد کا حضور انور سے براہِ راست رابطہ ہوتا ہے، ان کے ساتھ عام اراکین کے مقابلے میں مختلف رویّہ اپنایا جاتا ہے۔ آپ نے ریاکاری سے بچنے، خدمت کا روزانہ کی بنیاد پر جائزہ لیتے رہنے، جماعت کے اندر سیاست اور گروپ بازی کو ختم کرنے، عاجزی اختیار کرنے، مشترکہ جماعتی امور پر اپنی کوششوں کو مرتکز رکھنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔

اسی روز اسی مسجد مبارک میں نماز مغرب کے بعد اس ریفریشر کورس کی چوتھی نشست

محترم عابد وحید خان صاحب ریفریشر کورس کے شرکاء سے محوِ گفتگو ہیں

مکرم مولانا عبدالماجد طاہر صاحب کے ساتھ منعقد ہوئی۔ مولانا موصوف نے نہایت درجہ جذباتی انداز میں اوّلین مبلغین سلسلہ کے ایمان افروز واقعات سنائے اور سب شرکاء کو سمجھایا کہ وقف کیا ہوتا ہے اور اسے کیسے نبھانا ہے۔ ان مبلغین سلسلہ نے اپنے اہل وعیال کی کبھی پروانہ کی اور نہ ہی ان کی بیویوں نے کسی قسم کا کوئی مطالبہ جماعت سے کیا بلکہ اعلیٰ درجہ کے صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کیا اور قابل تقلید قربانیوں کی داستانیں رقم کیں۔ کسی مبلغ سلسلہ کو افریقہ بھجوایا گیا تو کسی کو انڈونیشیا۔ کسی نے امریکہ میں جیل کی صعوبتیں برداشت کیں تو کوئی دیارِ غیر میں خدمت کرتے کرتے اللہ کے حضور حاضر ہو گیا۔ ان میں سے ہر ایک مبلغ سلسلہ کی ایسی ٹھوس خدمات ہیں کہ ان کے نتیجہ میں ان دور دراز ملکوں میں مضبوط جماعتوں کا قیام عمل میں آیا۔ آپ نے یہ دردناک واقعات بیان کر کے کہا کہ آج بھی ایسی ہی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ گو کہ آج حالات اس قسم کے نہیں ہیں تاہم موجودہ دَور میں بھی ہمارے بہت سے مبلغین اپنے اہل وعیال کی پرواہ کئے بغیر خدمت دین میں مصروف رہتے ہیں، اس سلسلہ میں آپ نے متعدد مثالیں بھی دیں۔

کوئی بھی احمدی اسلام آباد جائے تو اس کی انتہائی خواہش پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات ہوتی ہے، اس کے بغیر اسے تشنگی کا احساس رہتا ہے، چنانچہ شرکائے ریفریشر کورس کی بھی یہی کیفیت تھی کہ ہفتہ کی شب اچانک اس مژدۂ جانفزا سے ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ پیارے آقا نے ملاقات منظور فرمالی ہے۔ چنانچہ سب شرکاء نے واپسی کے لئے اپنی اپنی فیری کا پروگرام تبدیل کرایا اور مسرّت وسرور کی کیفیت میں ڈوب کر 9 دسمبر 2024ء کی صبح تازہ دم کا انتظار کرنے لگے، ہر چہرہ پر آئی ہوئی رونق دیدنی تھی۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے ملاقات کی اجازت ملنے پر اس ریفریشر کورس کے دورانیہ میں اضافہ ہو گیا تھا، حضور سے ملاقات بروز سوموار مورخہ 9 دسمبر کو ہونا تھی چنانچہ اتوار کا پورا دن فارغ تھا۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انتظامیہ نے محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن سے رابطہ کیا تو انہوں نے ازراہِ مہربانی بعد نماز ظہر وعصر وقت دے دیا اور اس طرح سے موصوف کے ساتھ بھی مربیان کی ایک نشست عمل میں آگئی، الحمدللہ۔ اس نشست میں مولانا راشد صاحب موصوف نے اپنے تجربات کی روشنی میں واقعاتی انداز میں گھنٹہ بھر سے زائد گفتگو کی جو معلومات افزا بھی تھی اور گہرا تربیتی رنگ بھی لئے ہوئے تھی۔

9 دسمبر 2024ء کو بارہ بجے دوپہر سے پہلے سب شرکائے ریفریشر کورس اسلام آباد میں قائم ایم ٹی اے سٹوڈیو میں اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ چکے تو چند منٹ بعد سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمارے درمیان جلوہ افروز ہوئے۔ سب نے کھڑے ہو کر اپنے آقا کا استقبال کیا۔ حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تشریف فرما ہونے پر مکرم رانا خالد احمد صاحب انچارج مرکزی رشین ڈیسک کے ساتھ مکرم حسن طاہر بخاری صاحب انچارج اور مکرم رمیض طاہر بخاری صاحب مربی سلسلہ رشین ڈیسک جرمنی نے حاضر ہو کر حضورِانور کی خدمت میں جماعت کی تاجک ویب سائٹ کا افتتاح کرنے کی درخواست کی۔ جس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لیپ ٹاپ پر اپنی انگشت مبارک سے بٹن دبا کر اس ویب سائٹ کا اجرا فرمایا اور دعا کروائی۔ اس کے معاً بعد حضورِانور شرکاء ریفریشر کورس سے مخاطب ہوئے اور ایک گھنٹہ تک زرّین ہدایات اور نصائح سے نوازا۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے محترم امیر صاحب جرمنی سے ریفریشر کورس کی تفصیلات دریافت فرمانے کے بعد مربیانِ سلسلہ سے پوچھا کہ وقف اپنی مرضی سے کیا ہے یا کسی بیرونی دباؤ میں آکر اور یہ کہ مربی بننے پر افسوس یا پچھتاوا تو نہیں۔ اس پر تمام شرکاء نے بیک زبان پوری بشاشت سے عرض کیا کہ ہرگز نہیں حضور! اس پر حضور نے ازراہِ شفقت مکرم بہزاد احمد صاحب سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ اگر جرمنی سے کسی جگہ دُور دراز جزیرے پر بھیج دیا جائے، جہاں کوئی احمدی نہ ہو، تو گزارا ہو جائے گا؟ تو انہوں نے بلا توقف بھرپور جذبے کے ساتھ عرض کیا کہ تیار ہیں حضور! پھر حضور نے دیگر تمام مربیان سے بھی دریافت فرمایا کہ ساروں میں یہ روح ہے؟ تو سب نے بیک زبان عرض کیا کہ جی حضور!

اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ یہی جذبہ ہر مربی میں ہونا چاہئے کہ اس نے خداتعالیٰ کی خاطر وقف کیا ہے اور یہ اس کا احسان ہے کہ اس نے توفیق دی اور دینی تعلیم حاصل کر کے خدمت کا موقع دیا ہے۔ اب آپ نے شکرگزاری کے ساتھ اس کا بہترین استعمال کرنا ہے اور وہ اس طرح سے کہ اپنا سب کچھ جماعت کے لیے قربان کرنا ہے۔ وسائل کی کمی کا کبھی شکوہ نہیں کرنا۔ اس کے لئے حضورانور نے پرانے مبلغین سلسلہ کی مثالیں دیں جنہیں معمولی الاؤنس ملتا تھا جس سے گزارا نہیں ہوتا تھا۔ مولانا نذیر احمد مبشر صاحب امرت دھارا منگوا کر بیچتے تھے اور اس سے ملنے والی رقم سے نہ صرف اپنے اخراجات پورے کرتے تھے بلکہ لٹریچر بھی شائع کر کے تقسیم کرتے تھے۔ سپین میں مولوی کرم الٰہی ظفر صاحب عطر بیچ کر اپنا اور مشن کا کام چلاتے رہے۔ ہمارے بڑوں نے کیا کیا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے شرف ملاقات کے بعد مربیان سلسلہ و واقفین زندگی جرمنی بر موقع ریفریشر کورس 9 دسمبر 2024ء

کھڑے ہوئے (دائیں سے بائیں): مکرم عدنان رانجھا صاحب، مکرم عثمان خان صاحب، مکرم محمد جری اللہ خان صاحب، مکرم حسنات احمد صاحب، مکرم اطہر سہیل صاحب، مکرم ایاز ملک صاحب، مکرم اسد جری اللہ صاحب، مکرم طاہر احمد صاحب، مکرم عزیز گھمن صاحب، مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب (امیر جماعت جرمنی)، مکرم طلحہ احمد صاحب، مکرم محمد سرفراز خان صاحب، مکرم صداقت احمد صاحب، مکرم مبارک احمد تنویر صاحب، مکرم ظافر احمد صاحب، مکرم سیّد ابرار شاہ صاحب، مکرم محمد الیاس منیر صاحب، مکرم نبیل احمد شاد صاحب، مکرم باسل احمد بھٹی صاحب، مکرم حافظ لقمان احمد صاحب۔

بیٹھے ہوئے (دائیں سے بائیں): مکرم انیق احمد صاحب، مکرم امتیاز احمد شاہین صاحب، مکرم احسن فہیم بھٹی صاحب، مکرم منصور احمد چیمہ صاحب، مکرم تلمیذ احمد صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، مکرم طلحہ احمد صاحب، مکرم سلمان احمد صاحب، مکرم اسامہ احمد صاحب، مکرم ملک عثمان نوید صاحب، مکرم وجیہہ الدین صاحب۔ بیٹھے ہوئے سب سے آگے: مکرم سہیل احمد کنگ صاحب، مکرم بسالت احمد صاحب، مکرم حافظ خواجہ احتشام احمد صاحب، مکرم سجیل احمد ملک صاحب، مکرم حبیب الرحمٰن صاحب، مکرم انصر بلال چٹھہ صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے شرف ملاقات کے بعد مربیان سلسلہ و واقفین زندگی جرمنی بر موقع ریفریشر کورس 9 دسمبر 2024ء

کھڑے ہوئے (دائیں سے بائیں): مکرم اسد ملہی صاحب، مکرم ساحل منیر احمد صاحب، مکرم سیّد حسن طاہر بخاری صاحب، مکرم حماد احمد صاحب، مکرم کامل الیاس صاحب، مکرم شہاب سلیم خان صاحب، مکرم فراز احمد کامران صاحب، مکرم عدیل احمد خالد صاحب، مکرم کمال احمد صاحب، مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب (امیر جماعت جرمنی)، مکرم حمود الرحمٰن صاحب، مکرم صداقت احمد صاحب (مبلغ انچارج جرمنی)، مکرم ولید احمد گھمن صاحب، مکرم مصور احمد گوندل صاحب، مکرم سفیر الرحمٰن ناصر صاحب، مکرم سعید احمد عارف صاحب، مکرم عمیر الیاس صاحب، مکرم شرجیل احمد خالد صاحب۔

بیٹھے ہوئے (دائیں سے بائیں): مکرم شیخ بصیر احمد صاحب، مکرم بہزاد احمد صاحب، مکرم عمیر خالد صاحب، مکرم لئیق احمد بلال صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، مکرم نوید الحق شمس صاحب، مکرم لقمان بابر صاحب، مکرم عمران احمد بشارت صاحب، مکرم نعمان احمد خالد صاحب، مکرم ارسلان احمد صاحب

بیٹھے ہوئے سب سے آگے: مکرم رمیض طاہر بخاری صاحب، مکرم یاسر گوندل صاحب، مکرم تحسین رشید صاحب

قربانیاں کیں، یہ ساری باتیں ذہن میں رکھنی چاہئیں۔ یہ سلسلہ ہمارے زمانے تک چلتا رہا لیکن کبھی شکوہ پیدا ہوا نہ افسوس۔ وقف چھوڑنے کا کبھی خیال تک نہ آیا۔ یہ روح ہر مربی میں ہونی چاہئے۔ اسی کے ساتھ آپ کے کاموں میں برکت پڑے گی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق بھی پیدا ہوگا، عبادت کی طرف توجہ ہوگی۔

حضور انور نے نوافل کی ادائیگی اور نمازوں کو سنوار کر ادا کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی، فرمایا کہ کوئی بھی ابتلاء آئے تو اللہ کی طرف خالص ہو کر جھکیں، اسی سے مدد اور رہنمائی مانگیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دریافت فرمانے پر مبلغ انچارج صاحب نے بتایا کہ اس وقت 61 مربیان دفاتر اور 65 میدانِ عمل میں خدمت بجالا رہے ہیں۔ حضور نے اسے جرمنی کی 85 ملین آبادی کے لئے ناکافی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ پورا ملک ہے، کس طرح پیغام کا حق ادا کرنا ہے، اپنے تبلیغی مقاصد کے حصول کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ عبادتوں کے معیار بڑھانے کے ساتھ ساتھ علم بڑھانے کی طرف توجہ کرنی ہوگی اور اس کے لئے کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ اس زمانے کے امام نے جو سمجھایا ہے، اس زمانہ کے مسائل کا حل اسی میں ہے۔ فرمایا کہ کتابیں شائع کی ہیں تو انہیں پڑھوائیں بھی، پیسے کمانا مقصد نہیں ہونا چاہئے۔ خصوصاً مربّیان کو چاہئے کہ اس معاملہ میں بھی نمونہ بنیں۔ محض انٹرنیٹ سے ملنے والے مواد پر انحصار نہ کریں، کسی سوال کا مختصر جواب تو آپ کو کہیں نہ کہیں سے مل جائے گا، لیکن اس کی خود تحقیق کر کے جب جواب ملیں گے تو پھر آپ کو علم کی پیاس اور لگے گی، پھر اور پڑھنے کی طرف توجہ پیدا ہوگی، پھر ان کے جواب جب آپ لوگوں کو دیں گے تو اس سے آپ کو سکون ملے گا، تسلّی ہوگی، اس کے لئے آپ کو خود پانچ چھ گھنٹے روزانہ مطالعہ کرنا ہوگا۔ جامعہ میں سات سال جو پڑھایا گیا، اسے استعمال کریں۔ اس ضمن میں حضور نے افریقہ سے ربوہ جانے والے طلبہ جامعہ کی مثال دی جو اپنے وظیفہ سے بچت کر کے کتابیں خریدتے، ان کا مطالعہ کر کے نوٹس بناتے تھے۔ فرمایا کہ ان کے تقویٰ کے معیار بہت بلند تھے۔ ساتھ ساتھ دنیا کا علم بھی حاصل کریں، اس کے لئے اخبارات بھی پڑھیں اور دیگر کتب بھی زیرِ مطالعہ رکھیں، عصرِ حاضر کے مسائل دیکھنے سے دماغ روشن ہوگا، دنیا کا بھی علم آئے گا۔ پھر اپنے دینی علم کو استعمال میں لاتے ہوئے دنیاوی سوالات کے جواب دینے ہیں۔ آپ کا گہرا علم ہونا چاہئے، اخبارات میں آپ کے آرٹیکل چھپنے چاہئیں، سوشل میڈیا پر فوری جواب دینے ہیں، آگے کیا مسائل ہیں، دنیا میں ہمیں کیا کچھ کرنا ہے، کیا کر رہے ہیں، یہ سب کچھ جوش اور جذبہ کے بغیر ممکن نہیں۔

حضور انور نے بچوں کو قرآن کریم پڑھانے پر بھی زور دیا، آپ کو سوچنا چاہئے کہ جماعت نے آپ کو تعلیم دینے پر کم وسائل کے باوجود سات سال کتنا خرچ کیا ہے۔

حضور انور نے مربیان کو اپنے معمولات منظم کرنے کی ہدایت فرماتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ اپنے وقت کو تقسیم کریں، نوافل، نماز، مطالعہ اور گھر کے کاموں کے لئے اوقات مقرر کریں پھر ایک ہفتے بعد جائزہ لیں کہ وقت کا صحیح مصرف ہوا؟

تبلیغ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور انور نے غانا کی مثال دی اور بتایا کہ وہاں ہمارے مبلغ کو دو لاکھ کی آبادی میں لوگ جانتے تھے، آپ کی بھی اتنی واقفیت ہونی چاہیے کہ آپ کے علاقے میں کم از کم دس ہزار آدمی آپ کو جانتا ہو۔ یہ کام گھر بیٹھ کر نہیں ہوگا بلکہ اس کے لئے آپ کو خود نئی راہیں تلاش کرنی ہوں گی۔ اس وقت جنگوں کی وجہ سے دنیا کے حالات نے بے چینی پیدا کر دی ہے۔ اب تو ہر ایک کہنے لگ گیا ہے، جو بڑے بڑے تجزیہ نگار کہنے لگ گئے ہیں کہ تیسری جنگِ عظیم تو شروع ہو چکی ہے۔ صرف نیوکلیئر وَار ابھی شروع نہیں ہوئی۔ جس دن نیوکلیئر وار شروع ہوئی اس دن بے شمار تباہی ہوگی۔ اس لیے ابھی بھی لوگوں کو آگاہ کرنے کا وقت ہے کہ اس سے بچنے کے لیے تم کیا کر سکتے ہو۔ ان حالات میں بہت ضروری ہے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ سے تعلق پہلے سے بڑھ کے پیدا ہو اور دنیا کو ہم بچانے کی کوشش کریں، آگاہ کریں۔ اس کے لئے اجتماعی رنگ میں دعائیں کر کے خلیفہ وقت کی مدد کریں۔

اس بابرکت اور مقدّس نشست کے آخر پر مکرم ظافر احمد صاحب مربی سلسلہ نے ملک 'شام' میں ہونے والے حالیہ واقعات کے بارے میں حضور انور سے رہنمائی چاہی تو فرمایا کہ یہی کہا جاتا ہے کہ وہ (بشارالاسد، ناقل) بڑا ظالم جابر تھا۔ پچاس سال اس کے خاندان نے حکومت کی تو اس ملک میں ڈکٹیٹرشپ ہی تھی۔ بعض لوگ ہمیں جو واقعات سناتے ہیں، اس سے واقعی لگتا ہے کہ وہ ظلم ختم ہو گیا ہے اور اب دیکھو یہ کیا کرتے ہیں؟ یہ بھی کوئی انصاف تو نہیں کریں گے، یہ بھی ظلم ہی کریں گے۔ اس کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس سارے منظر نامہ کا بڑی تفصیل اور گہرائی سے تجزیہ کر کے فرمایا جب عاجزی ختم ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ سے تعلق ختم ہو جاتا ہے تو پھر یہی نتیجہ نکلتا ہے، نیز فرمایا:

حالات تو خطرناک ہیں اور اس سے پھر بے چینی پیدا ہوگی، آج نہیں تو دس سال بعد پھر دوبارہ لاوا پھٹے گا یا کسی اور ملک میں پھٹے گا، اس لیے اس سے پہلے پہلے مَیں یہ کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اپنی ذمہ داریاں سنبھال لینی چاہئیں اور دنیا کو آگاہ کر دیں کہ ابھی بھی سبق نہیں لیتے تو پھر موقع نہیں رہے گا۔ اب فوری طور پر اٹامک وار نہیں بھی ہوتی تو کچھ سال بعد ہو جائے گی۔ اس لیے بہت زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے، اپنے وسائل کے اندر ہم لوگوں کو سمجھانے اور بتانے کی جو کوشش کر سکتے ہیں، وہ ہمیں کرنی چاہیے۔

اس کے بعد ایک مربی سلسلہ نے ذکر کیا کہ جب سؤر کے گوشت کے استعمال کے خلاف ایک خاص دلیل پیش کی جاتی ہے تو بعض جرمن یہ کہتے ہیں کہ ان دلائل کی حمایت میں کوئی سائنسی ثبوت موجود نہیں ہے۔

حضورِ انور نے اس کے جواب میں پہلے سؤر کے گوشت کی ممانعت کے بارے میں اسلامی دلائل تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جماعت کی ذمہ داری اپنی تعلیمات کو پہنچانا ہے، کسی کو ان کو قبول کرنے پر مجبور کرنا نہیں، اسلام میں سؤر کے گوشت کی ممانعت کسی ایک دلیل پر مبنی نہیں ہے بلکہ مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ مزید برآں آپ نے نصیحت فرمائی کہ دلائل حکمت کے ساتھ پیش کیے جانے چاہئیں۔

اس روح پرور ملاقات کے ساتھ ہی مربیان سلسلہ کا یہ ریفریشر کورس بھی مکمل ہوا، الحمدللہ علیٰ ذالک۔ اس ریفریشر کورس میں محترم امیر صاحب جرمنی کی قیادت میں کل 52 مربیان کرام اور 10 واقفین زندگی شامل ہوئے۔

1974ء کے فیصلے پر خدائی پکڑ

اور

زوال کے پچاس سال

مکرم جمیل احمد بٹ صاحب

ملک و قوم کا مقدر ہونے والی 1974ء سے اب تک کے ان پچاس سالوں کی ہر جہت سے زوال اور پستی کی تاریخ کے چار پہلوؤں کا کسی قدر بیان باقی مضمون کا موضوع ہے۔ یہ چار پہلو مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ 70 کی دہائی کے بعد ملک کا زوال۔

2۔ دہشت گردی کا عذاب۔

3۔ آسمانی آفات کی شکل میں عذابِ الٰہی۔

4۔ قوم پر بدحالی اور نکبت کا عذاب۔

ملک کا زوال بمقابلہ 60 کی دہائی

ابتدائی ترقی کا زمانہ:

1960ء کی دہائی میں پاکستان اپنی ترقی کی معراج پر تھا جس کا بار بار اعتراف کیا گیا جیسا کہ درج ذیل چند تحریریں:

1۔ ایک سابق وزیر سرتاج عزیز صاحب نے لکھا:

’’1960ء کا عشرہ ہماری قومی پیداوار کے اعتبار سے بہترین وقت ہے جب سالانہ پیداوار میں ساڑھے چھ سے سات فی صد تک اضافہ ہوتا تھا۔ اس وقت پاکستان کی صنعتی پیداواری ترقی بلند ترین سطح پر تھی یعنی 12 فیصد، ہماری سرمایہ کاری میں 14 فی صد کا اضافہ ہوا اور افراطِ زر کی صرف دو فی صد کی شرح تھی‘‘[1]۔

2۔ اس ترقی کے ایک اور پہلو کا ذکر ایک ماہر معاشیات نے یوں کیا:

’’1960ء کے عشرے میں جنوبی کوریا کے افسران اور قومی منصوبہ بندی کے کام سے منسلک افراد پاکستان کے منصوبہ بندی کمیشن اور دیگر اداروں میں تربیت حاصل کرنے آتے تھے‘‘[2]۔

1۔ تحریر سرتاج عزیز مطبوعہ نوائے وقت سنڈے میگزین 2 جون 2002ء صفحہ نمبر 5، بحوالہ تعمیر و ترقیٔ پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا صفحہ نمبر 402

2- تحریر ماہر معاشیات ایم آفتاب مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت 10 اگست 1997 بحوالہ تعمیر و ترقیٔ پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا صفحہ نمبر 402

3۔ ترقی کے اس دَور کا مجموعی ذکر مشہور ماہر معاشیات ڈاکٹر عشرت حسین صاحب نے یوں کیا ہے:

‘‘The period from 1958 to 1969 --- is considered as the golden era of Pakistan’s economic history. The period had strong macro economic management and the economic indicators were extremely impressive. Agriculture grew at a respectable 4 percent while remarkable rates were achieved in manufacturing (9 percent) and trade (7 percent) GNP growth rates exceeded 6 percent on average throughout the period. Economic growth was very strong on all fronts’’[3].

3- Extract from a lecture delivered by renowned economist Dr. Ishrat Hissain as the 19th Shoaib Memorial Lecture organized by the Institute of Cost and Management Accountants at Karachi on August 18, 2009 available on IBA Krarachi website

ترجمہ: 1958ء سے 1969ء تک کا عرصہ پاکستان کی معاشی تاریخ کا سنہری دَور سمجھا جاتا ہے۔ اس دَور میں مضبوط میکرو اکنامک مینجمنٹ مضبوط تھی اور معاشی اشاریے انتہائی متاثر کن۔ زراعت میں متاثر کن 4 فیصد اضافہ ہوا۔ جب کہ مینوفیکچرنگ (9 فیصد) اور تجارت (7 فیصد) میں قابل ذکر شرحیں حاصل کی گئیں۔ جی این پی کی شرح نَمو اس پورے عرصے میں اوسطاً 6 فیصد سے تجاوز کر گئی۔ غرضیکہ معاشی ترقی تمام محاذوں پر بہت مضبوط تھی[4]۔

4۔ اس عرصہ کی ترقی ہی تھی کہ 1963ء میں پاکستان نے جرمنی کو خطیر رقم قرض دی۔ اس بارے میں اخبار نے لکھا:

''in 1963, the Ayub Khan-led government dished out Rs120 million loan to this largest European economy of today (Germany) for a period of 20 years, some decades-old Ministry of Finance documents reveal''[5].

ترجمہ: وزارت خزانہ کے کئی دہائیوں پرانی دستاویزات نے ظاہر کیا ہے کہ 1963ء میں ایوب خان کی حکومت نے آج یورپین یونین کی اس سب سے بڑی معیشت (جرمنی) کو 20 سال کے لئے 120 ملین روپے کا ایک قرض دیا تھا۔

زوال کی طرف:

اگلی دہائی کے آغاز میں پاک بھارت جنگ سے ترقی کا یہ سفر رُک گیا۔ بعد میں ملک دوبارہ ترقی کی طرف حرکت کرنے کے بجائے 1974ء کے اس فیصلہ کی وجہ سے مسلسل اور بتدریج زوال کا شکار رہا۔ یہ معاشی بدحالی عام مشاہدہ کی بات ہے۔ ماہرین بھی اس کا ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقر جریدہ Journal of Historical Studies کے جنوری تا جون 2021ء کے شمارے میں ایک تحقیق بعنوان Economic Growth in Pakistan- A Historic Perspective از ڈاکٹر ظاہر آفریدی اور دو اور ماہرین میں صفحہ 186 پر حکومت پاکستان کے جاری کردہ Economic Survey of Pakistan (2019-20) کے حوالے سے ایک جدول میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان کی GDP، زراعت، مینوفیکچرنگ اور سروس سیکٹر کی سالانہ ترقی کی جو فی صد شرح 1960ء کی دہائی میں علی الترتیب 6.77، 5.07، 9.93 اور 6.74 تھیں وہ 2020 میں 0.38 منفی، 2.67، 5.4 منفی اور 0.59 منفی ہوگئیں۔ شرح ترقی میں یہ کمی ہوش رُبا ہے۔

اس زوال کا ایک اور اظہار یہ ہے کہ وہ سب پیمانے جن میں آگے ہونا ملک کی ترقی کی علامت ہے ان میں پاکستان اب پہلے سے پیچھے ہے اور وہ سب پیمانے جو کسی ملک کی پستی کی علامت ہیں اور ان میں پیچھے ہونا چاہیے ان میں پاکستان پہلے سے آگے ہے۔ اور یوں ہر پیمانہ اس زوال اور پستی پر گواہ ہے۔ بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ ایسے چند معیاروں پر یہ تقابل اس طرح ہے۔

سماجی ترقی اشاریہ:

نیٹ پر موجود یہ اشاریہ (Global Social Progress Index) کیفیتِ حیات، ماحولیات، انفرادی معاشی حالت، صحت کی سہولیات اور سیاسی اور سماجی آزادیوں کی سطح کی بنیاد پر درجہ بندی کرتا ہے۔ اس کے مطابق 2023ء میں 170 ممالک میں سے 133 پاکستان سے بہتر تھے۔

انسانی ترقیاتی اشاریہ:

اقوام متحدہ کا ترقیاتی پروگرام (UNDP) آبادیوں کی لمبی اور صحتمند زندگیوں، تعلیمی سہولیات اور معیار زندگی کی بنیاد پر ایک اشاریہ (Human Development Index) جاری کرتا ہے۔ 2022ء کے اس اشاریہ کے مطابق 193 ملکوں میں سے پاکستان 164 نمبر پر تھا۔

جرائم کی سطح:

NUMBEO نمبیو نامی ایک ویب سائٹ، جو ملکوں میں جرائم کی صورتحال کا ریکارڈ رکھتی ہے، کے مطابق وسط 2023ء میں پاکستان دنیا کے 144 ممالک میں 85ویں نمبر پر تھا۔ وہ ملک جن میں جرائم پاکستان سے کم ہیں ان میں روانڈا، کیوبا اور نیپال بھی شامل ہیں۔

کرپشن کی سطح:

ٹرانسپیرانسی انٹرنیشنل کی Corruption Perception Index کے مطابق 2022ء میں پاکستان 180 ممالک میں 140ویں پر تھا یعنی کرپشن میں 139 ملکوں سے آگے۔ 1991ء میں جب سے یہ ویب سائٹ شروع ہوئی پاکستان کا اسکور منفی ساڑھے 22 تھا جو اب بڑھ کر منفی 27 ہو گیا ہے۔

یہ انڈیکس جو کرپشن کا شمار کرتی ہے ان میں رشوت، سرکاری وسائل اور حیثیت کا ذاتی مفاد کے لئے استعمال، دفاتر میں کرپشن کے لئے جان بوجھ کر سست رَوی، سرکاری تقرریوں میں کنبہ پروری اور کرپشن روکنے میں اپنے مفاد کے لئے حکومتی تساہل شامل ہیں۔

نظام عدل کی سطح:

WJP Rule of Law Index 2022 (دی ورلڈ جسٹس پروجیکٹ کی قانون کی حکمرانی انڈیکس 2022) کے مطابق ''اسلامی جمہوریہ'' پاکستان کا عدالتی نظام دنیا کے 140 ممالک میں سے 129ویں نمبر پر ہے۔

پروجیکٹ کے طریق کار اور اس کے نتیجہ سے قطع نظر ملک میں انصاف ملنے میں دشواریوں اور تاخیر سے ہر وہ شخص واقف ہے جسے اس رائج نظام عدل سے واسطہ پڑتا ہے۔ کہتے ہیں کہ انصاف میں تاخیر، انصاف کا نہ ملنا ہے۔ جون 2021ء میں جیو ٹی وی کی ایک خبر کے مطابق اس وقت ملک کی اعلیٰ اور ماتحت عدالتوں میں زیرِ سماعت مقدمات کی تعداد 2,159,655 تھی۔ جبکہ ان ججز کی تعداد جو ان مقدمات کو سن رہے تھے یا سنیں گے صرف 3,067 تھی۔ اس طرح ہر جج کے پاس اوسطاً 704 کیس تھے۔

مہنگائی کی شرح:

1969ء میں ملک میں Inflation کی شرح 46.5 تھی۔ جو آج 24.76 فی صد ہے۔ جبکہ اس

4۔ (18 اگست 2009ء کو کراچی میں انسٹی ٹیوٹ آف کاسٹ اینڈ مینجمنٹ اکاؤنٹنٹس کے زیر اہتمام 19 ویں شعیب میموریل لیکچر کے طور پر معروف ماہر معاشیات ڈاکٹر عشرت حسین کے دیے گئے لیکچر سے اقتباس۔ پورا لیکچر آئی بی اے کراچی کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔

5- The News International, November 11, 2014

دوران مئی 2023ء میں یہ شرح بڑھ کر 37.97 فی صد تک پہنچ گئی تھی۔

مجموعی معاشی صورتحال:

ملک قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے، خرچ آمدنی سے زیادہ ہے، ادائیگیوں کا توازن بگڑا ہوا ہے۔ ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود گندم، چینی، خوردنی تیل درآمد کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف ان لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو مسلسل ناجائز ذرائع سے اپنے ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز کر رہے ہیں۔ جبکہ عوام مہنگائی کے بوجھ تلے تڑپ رہے ہیں۔ بجلی کے بلوں کی ادائیگی پر قتل تک کے واقعات ہو رہے ہیں۔

پاکستانی پاسپورٹ کی سطح:

گزشتہ چار سالوں سے پاکستانی پاسپورٹ عراق، شام اور افغانستان کے سوا دنیا کے تمام ملکوں سے کم درجہ کا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل خبر سے ظاہر ہے۔

‘‘For the fourth straight year, the Pakistani passport has been ranked the fourth worst by this year's Henley Passport Index, a ranking of the world's 199 passports according to the number of destinations their owners can access without a prior visa’’[6].

ترجمہ: ویزے کے بغیر دوسرے ممالک میں داخل ہو سکنے کی سہولت کی بنیاد پر ہینلے پاسپورٹ انڈیکس (Index Passport Henley) کے مطابق مسلسل چوتھے سال بھی پاکستانی پاسپورٹ دنیا کے 199 ممالک میں سے آخر کے ملکوں میں سے چوتھے درجہ پر رہا ہے۔ غرضیکہ ہر میدان میں ملک مسلسل زوال پذیر ہے۔

5۔ دہشت گردی کا عذاب

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ایک اظہار معتوب لوگوں کا خوف اور بدامنی میں مبتلا کیا جانا ہے۔ پاکستان میں عوام الناس جرائم کی کثرت کے ہاتھوں خوف میں مبتلا چلے آتے ہیں۔ جانی اور مالی نقصان کے ساتھ متاثرہ علاقوں کے رہائشی اس کے نتیجہ میں جس خوف و ہراس اور بے یقینی کی کیفیت سے گزرتے ہیں وہ خود بھی ایک عذاب سے کم نہیں۔ کراچی اس کی ایک بُری مثال ہے جہاں 1985ء سے 2013ء تک کسی نہ کسی شکل میں، کم یا زیادہ، لُوٹ مار، بھتہ خوری، ٹارگٹ کلنگ، اغوا اور بوری بند لاشوں کے ملنے کا سلسلہ جاری رہا۔ درمیان میں 1992ء کے آپریشن کلین اَپ میں بھی قتل و غارت گری ہوئی۔

اس دوران اس خوف میں منظم اور مسلح دہشت گرد تنظیموں اور ان کے خودکش حملہ آوروں کے ذریعہ دہشت گردی کی پے دَر پے وارداتوں نے پورے ملک میں بدامنی کا بھی اضافہ کر دیا۔

14 جولائی 1987ء کو صدر کراچی میں دو بم دھماکوں میں 75 افراد کی ہلاکت سے پاکستان میں دہشت گردی کی اس لہر کا آغاز ہوا جو تاحال جاری ہے۔

ویب سائٹ satp.org (South Asia Terrorism Portal) کے مطابق 6 مارچ 2000ء سے 20 اگست 2024ء تک پاکستان میں دہشت گردی کے کل 16994 واقعات ہوئے جن میں ہلاک ہونے والے افراد کی کل تعداد 68537 تھی۔ ڈان نیوز کے مطابق 2001ء سے 2018ء کے دوران ملک کی معیشت کو دہشت گردی اور اس سے جنگ کے ہاتھوں 127 بلین ڈالر کے قریب نقصان اٹھانا پڑا۔

6۔ آسمانی آفات کا عذاب

وکی پیڈیا کے مطابق 1947ء سے 1973ء تک کے 26 سالوں میں پاکستان پر وقفے وقفے سے صرف تین قدرتی آفات آئیں۔ 1950ء میں سیلاب جس سے 2900 ہلاکتیں ہوئیں۔ 1965ء میں ہوا کا طوفان جس میں دس ہزار لوگ جان سے گئے اور اگست 1973ء کے سیلاب جس میں کوئی غیر معمولی جانی نقصان نہیں ہوا۔ جبکہ 1974ء سے جولائی و اگست 2010ء کے 36 سالوں میں ملک 15 آسمانی آفات کا شکار ہوا۔ جن میں دو زلزلے، ہوا کا ایک طوفان، خشک سالی، گرمی کی شدّت اور پے دَر پے 10 سیلاب تھے۔ اس کے بعد بھی ہر سال سیلاب آئے اور پھر جون 2022ء میں پورے ملک میں ایک بہت بڑا سیلاب آیا جس میں 3 کروڑ 30 لاکھ متاثر ہوئے۔ ان آفات کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے۔

سیلابوں کا سلسلہ:

اسمبلی کے اس فیصلہ سے اگلے سال 1975ء میں گزشتہ سالوں سے زیادہ طوفانی بارشیں ہوئیں اور خطرناک سیلاب آئے۔ جیسا کہ رپورٹ ہوا:

پچاس لاکھ متاثرین:

’’سرکاری اعداد و شمار کے مطابق حالیہ سیلاب سے اب تک دس ہزار کے قریب دیہات متاثر ہوئے ہیں جبکہ 1973ء میں 6,632 دیہات متاثر ہوئے تھے حالیہ سیلاب سے متاثرین کی تعداد پچاس لاکھ سے بھی زائد ہے جبکہ 1973ء میں اٹھارہ لاکھ افراد متاثر ہوئے تھے‘‘[7]۔

عذاب خداوندی:

ہفت روزہ المنبر نے اس سیلاب کو عذاب خداوندی لکھا اور یہ بھی کہ ’’ہماری اس سے بڑھ کر اور بدقسمتی کیا ہوگی کہ ہم عذاب کو عذاب نہیں سمجھ رہے‘‘[8]۔

سب ریکارڈ مات:

’’یہ صحیح ہے کہ اب کے بارش نے سب ریکارڈ مات کر دیئے‘‘[9]۔

1977ء میں سیلاب سے 848 افراد ہلاک ہوئے اور 17 بلین روپے کا نقصان ہوا۔

1992ء میں سیلاب سے 1,334 افراد ہلاک ہوئے، 50 بلین روپے کا نقصان اور ایک کروڑ کے قریب افراد متاثر ہوئے۔

2005ء میں سیلاب سے متاثرین کی تعداد 70 لاکھ رہی۔ لیکن اس سال زلزلہ بھی آیا۔

(SAF– South Asia Flood اور International Disaster Database کی رپورٹس کے مطابق)

6۔ Dawn July 24, 2024

7۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور 20/ اگست 1976ء

8۔ المنبر لائلپور 26 اگست 1976ء

9۔ ہفت روزہ چٹان 16 اگست 1976ء

تباہ کن زلزلہ:

7 اکتوبر 2005ء کو مونگ رسول نزد منڈی بہاؤالدین میں 8 احمدیوں کی شہادت سے اگلی صبح 8 اکتوبر کو پاکستان میں ایک تباہ کن زلزلہ آیا۔انسائیکلوپیڈیا بریٹنیکا کے مطابق اس زلزلے سے سرکاری طور پر 79 ہزار افراد ہلاک ہوئے جبکہ دوسرے ذرائع ہلاکتوں کی تعداد 86ہزار بتاتے ہیں۔ 69 ہزار افراد زخمی اور 40 لاکھ افراد بے گھر ہوئے۔

Earthquake Engineering Research Institute (EERI) کے مطابق 7.6 (سات اعشاریہ چھ) درجہ کے اس زلزلہ میں ہلاک شدگان کی تعداد ایک لاکھ تک ہوسکتی ہے۔ جبکہ ڈھائی لاکھ جانور بھی ہلاک ہوئے۔ 7 لاکھ 80 ہزار عمارتیں تباہ ہوئیں۔ بالاکوٹ تقریباً سارا تباہ ہوگیا۔ 35 لاکھ افراد متاثر ہوئے۔ ورلڈ بینک کے اندازہ میں بحالی اور تعمیرات کے لئے 35 بلین ڈالر درکار تھے۔

سب سے بڑا اسیلاب:

مئی 2010ء میں لاہور میں خدا کے دو گھروں مسجد نور ماڈل ٹاؤن اور دار الذکر میں احمدیوں کو ظلم اور بربریت کے ساتھ دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ 86 پیارے وجود خدا کی راہ میں قربان ہوئے اور 120 زخمی۔ اس سانحہ پر ابھی دو ماہ نہ گزرے تھے کہ پورا ملک ایک ایسے طوفان کی زَد میں آ گیا جس کی کوئی مثال پہلے نہیں ملتی۔ اس سیلاب کی تباہ کاریوں کو 2004ء کے سونامی، 2005ء کے کشمیر کے زلزلے اور 2010ء کے ہیٹی کے زلزلے سے ہونے والے مجموعی نقصان سے زائد شمار کیا گیا۔

سیلاب کی شدّت:

26 جولائی کو پشاور میں 24 گھنٹوں میں 10.7 انچ ریکارڈ بارش سے اس طوفانی سلسلے کا آغاز ہوا اور پھر آہستہ آہستہ پورا ملک اس کی لپیٹ میں آ گیا اور اس پانی کے سمندر میں جاگرنے تک دو ماہ سے زائد عرصہ تک لوگ اس آفت کا شکار رہے۔ اس عرصہ میں سیلابی ریلوں کا سلسلہ یوں جاری رہا گویا آسمان پھٹ پڑا ہے اور زمین کے سُوتے بھی۔ بھرے پڑے شہروں کو 18 فٹ اونچے پانی کے ریلے بہا کر لے گئے اور آباد گھر کیچڑ اور گارے کے ملبے میں بدل گئے۔ ہزارہا دیہات اور بیسیوں قصبوں کے ساتھ نوشہرہ، مظفر گڑھ، دادو اور ٹھٹھہ جیسے پرانے اور بڑے شہر اس سیلاب کی زَد میں آئے اور خالی کرانے پڑے۔ ایک وقت میں اس سیلاب کا پھیلاؤ اتنا ہوگیا کہ پاکستان کے کل رقبہ کا پانچواں حصہ زیرِ آب آ گیا۔

سیلاب سے نقصان:

UNO کے ایک جائزہ کے مطابق اس سیلاب سے تقریباً دو ہزار افراد اپنی جان سے گئے اور 2 کروڑ دس لاکھ افراد متاثر اور بے گھر ہوئے۔ 17 ملین ایکڑ زرعی زمین زیرِ آب آ گئی اور کھڑی فصلیں ضائع ہوگئیں۔ صرف کپاس کی 20لاکھ گانٹھیں تباہ ہوئیں۔ ورلڈ فوڈ پروگرام (WPF) کی 23 ستمبر تک کی جائزہ رپورٹ کے مطابق 7 لاکھ رہائشی گھر مکمل طور پر تباہ ہوئے جبکہ 4 لاکھ ناقابل رہائش ہوگئے۔ 17,600 اسکول اور 436 علاج کی سہولتیں تباہ ہوئیں۔ 2434 میل ہائی وے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی اور 12لاکھ سے زائد جانور ہلاک ہوئے۔ ایشین ڈویلپمنٹ بینک (ADB) کے جائزہ کے مطابق جانوروں، فصلوں، انفراسٹرکچر کے نقصانات کا محتاط اندازہ 69 بلین ڈالر ہے جبکہ معیشت پر اس کے مجموعی اثرات 43 بلین ڈالر کے بقدر۔

عذاب الٰہی:

بارشوں اور سیلاب کے اس سلسلہ اور ان کے نتیجہ میں ہونے والی تباہیوں کو میڈیا میں تاریخ کا بدترین سیلاب، ملک کی تاریخ کی سب سے بڑی آفت، موجودہ صدی کا سب سے تباہ کن سیلاب، قیامتِ صغریٰ، طوفانِ نوح اور عذابِ الٰہی کہا گیا۔ دو کروڑ سے زائد پاکستانی جو اس آفت سے براہِ راست متاثر ہوئے جن کی آبادیاں ان کی نگاہوں کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ گئیں جو اپنے تمام اثاثوں سے یکدم محروم ہوگئے۔ جن کے مال مویشی بھی اپنی جان سے گئے۔ جو صرف اپنی جان بچا کر کسی اونچی سطح پر تاحدِ نگاہ پانی کے درمیان محصور رہے اور جن کی زندگی کی ڈور کئی کئی دن اس امدادی سامان سے بندھی رہی جو ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ انہیں پہنچایا گیا، جو بے گھر ہو کر عورتوں اور بچوں کے ہمراہ کسمپرسی کے عالم میں دور دراز واقع کیمپوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ جن میں سے بہتوں کی ایسی تصویریں آئے دن میڈیا پر دکھائی گئیں جن میں وہ چہروں پر بھوک سجائے حسرت و بےبسی کی تصویر بنے خالی برتن اٹھائے امدادی خوراک کی راہ تک رہے تھے یا ملنے والی ناکافی امداد کے پیچھے باہم دست وگریباں تھے۔ یہ سیلاب جس کی گزشتہ 90 سال میں کوئی نظیر نہیں ملتی اور جو حیرت انگیز طور پر پہاڑوں پر بھی آیا اور جس میں بہنے والا پانی اس بارش سے زائد شمار ہوا جو محکمہ موسمیات کے ریکارڈ میں آسمان سے برسا صرف اور صرف عذاب الٰہی تھا۔

بڑے سے بھی بڑا سیلاب:

آخر جون 2022ء میں مون سون بارشوں کا آغاز ایک ایسے سیلاب پر منتج ہوا جس نے پہلے سب سیلابوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ The Brookings Institution, Washington کی 10فروری 2023ء کی رپورٹ کے مطابق (ترجمہ از انگریزی)

’’نتائج تباہ کن تھے۔ سیلاب نے ملک کا ایک تہائی حصہ زیرِ آب کر دیا تھا۔ 15 ہزار افراد ہلاک یا زخمی ہوئے۔ اور 80 لاکھ بے گھر۔ 20 لاکھ مکان، 13 ہزار کلومیٹر شاہراہیں، 439 پُل اور 40 لاکھ ایکڑ سے زیادہ زرعی زمین یا تو بالکل تباہ ہوئے یا ان کو نقصان پہنچا۔ اندازہ ہے کہ اس سیلاب کے نتیجہ میں 90 لاکھ سے زائد افراد غربت کا شکار ہوں گے‘‘۔

7۔ قوم پر ذلّت اور مسکینی کی مار:

1974ء تک ہوش سنبھالنے والے اہلِ وطن اب بھی حسرت سے گزرے دنوں کو یاد کرتے ہیں کیونکہ اس کے بعد انہوں نے ملک میں ہر دَم بڑھتی ہوئی بدامنی، دہشت گردی، بدعنوانی، اخلاقی بے راہ روی، عدم برداشت،

جہالت، ناانصافی، سرعام جرائم، مہنگائی، بے روزگاری اور غربت کو ہی دیکھا ہے۔ آج ہر ہوش مند پاکستانی ان حالات کو دیکھ کر ملک کی ہر دَم بگڑتی صورتحال کا ادراک رکھتا ہے۔ اور معمول کی تعلیم، صحت، صفائی اور ٹرانسپورٹ کی سہولتوں کی عدم دستیابی بلکہ بگڑتی صورتِ حال اور ہر سطح پر ناانصافی کا دَور دورہ اور انصاف کے حصول میں بڑھتی مشکلات جیسے گھمبیر مسائل سے دو چار ہے۔

آج پورا پاکستانی معاشرہ جھوٹ، بددیانتی، رشوت ستانی، دھوکہ دہی، بدمعاملگی، چوربازاری، ذخیرہ اندوزی، دوسروں کی حق تلفی اور خود حق سے زیادہ کی طلب، لوٹ کھسوٹ، مار دھاڑ، عدمِ برداشت اور عدم رواداری سے لتھڑا ہوا ہے۔ قصہ مختصر ہر برائی پہلے سے بڑھی ہے اور ہر اچھائی پہلے سے کم ہوئی ہے۔ اور ہر دن گزشتہ دن سے خراب چڑھتا ہے۔ یہ بگڑی صورتحال عام مشاہدہ کی بات ہے اور اس پر کسی شہادت کی ضرورت نہیں۔ تاہم چند اعداد و شمار درج ذیل ہیں۔

امن عامہ:

7 اپریل 2022ء کے Today Pakistan کے مطابق سال رواں کی پہلی سہ ماہی میں صرف کراچی میں چوری اور ڈاکہ کی 11000 وارداتیں ہوئیں اور بہت سے لوگ خود حفاظتی کوششوں میں جان سے بھی گئے۔

تجارتی بددیانتی:

2014ء سے 2018ء کے درمیان پاکستان میں اسمگل شدہ اشیاء کا حجم تین گنا بڑھ گیا اور جی ڈی پی میں اس کا حصہ 3 اعشاریہ 88 فی صد سے بڑھ کر 11 اعشاریہ 25 فی صد ہو چکا تھا۔ (ایکسپریس ٹریبیون 25 نومبر 2020ء)

منشیات کا استعمال:

الجزیرہ کی 10 اکتوبر 2014ء کی یوٹیوب ویڈیو کے مطابق پاکستان میں منشیات کا استعمال کرنے والوں کی تعداد 67 لاکھ تھی جو برابر بڑھ رہی تھی۔ اس عرصہ میں افغانستان سے پاکستان پہنچنے والی سالانہ 150 ٹن ہیروئن میں سے 44 ٹن یہاں استعمال ہوئی۔ امریکہ کی 2021ء کی ٹریفکنگ رپورٹ کے مطابق 2020ء میں پاکستان میں ہیومن ٹریفکنگ کے شکار افراد کی تعداد 32022 تھی۔ جو 2019ء کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تھی۔

انکم ٹیکس کی عدم ادائیگی:

پاکستان کے تمام قابل ٹیکس کمائی کرنے والوں سے ان کی آمدنیوں پر لاگو کل ٹیکس کی وصولی ایک ایسا معاملہ ہے جو آج تک لاینحل ہے۔ ٹیکس نیٹ میں شامل افراد کی تعداد ہمیشہ ہی بہت کم رہی ہے۔ چنانچہ مارچ 2022ء میں جاری کردہ ایف بی آر کی 2021ء میں ٹیکس ادا کرنے والوں کی فہرست میں شامل افراد کی کل تعداد ملک بھر میں صرف 28 لاکھ 80 ہزار کے لگ بھگ تھی۔ آمدنی پر ہر ایک سے واجب ٹیکس کی وصولی کی سب حکومتی کوششیں مفادات، احتجاج اور مظاہروں کے ہاتھوں ناکام ہوتی رہی ہیں۔

غربت کا پھیلاؤ:

ورلڈ بینک کے اندازہ کے مطابق 2020-2021ء میں پاکستان میں غربت کی شرح 39.3 تھی۔ گویا 40 فیصد آبادی غربت کی لکیر سے بھی نیچے ہے۔ ملک میں اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کا غریب ہونا ایک المیہ ہے۔

حرفِ آخر

1974ء کے فیصلہ پر آسمانی پکڑ کو بھگتتے ہوئے آج سستے آٹے کی حصول میں جانیں گنواتے، گلی گلی بجلی کے بلوں کی دہائی دیتے، کم قیمت یا مفت اشیائے ضروریہ کے لئے ہاتھ پھیلائے، جاگیرداری نظام کی زنجیروں میں جکڑے، انصاف اور تمام بنیادی حقوق سے محروم، انتہائی غربت کا شکار، فاقہ کش اور بے سہارا پاکستان کے عوام بدحالی اور لاچاری کے اس حال کو پہنچ گئے ہیں جس کا قرآنِ کریم اللہ کے نشانات کا انکار کرنے کے جرم میں ایک قوم کو بطور سزا دئے جانے کا یہ ذکر فرماتا ہے کہ

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ

(بقرہ 2:62) یعنی ان پر ذلت اور مسکینی کی مار ڈالی گئی۔ واپسی کا راستہ ایک ہی ہے۔ غلطی کی اصلاح اور وقت کے امام کی شناخت کے ساتھ عافیت کے حصار میں آنا۔

بقیہ: شعبہ وقف جدید جرمنی از صفحہ 24

بڑے بیٹے مکرم شیخ حمید اللہ صاحب سے دوستی کی وجہ سے احمدیت سے متعارف ہوئے اور کچھ مطالعہ بھی کیا۔ 1964ء میں پہلی بار مذکورہ فیملی کے ساتھ جلسہ سالانہ ربوہ دیکھنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد 1965ء میں ایک مبشر اور ایمان افروز خواب کی بنا پر بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

1988ء میں جرمنی آ کر 1989ء تک Egelsbach میں مقیم رہے اور اس کے بعد حسب ذیل خدمت دین کی توفیق پائی:

صدر جماعت Eagelsbach	جنوری تا دسمبر 1989ء
کارکن شعبہ مال	1990ء تا 1992ء
نیشنل سیکرٹری وقفِ جدید	1992ء تا دسمبر 1993ء
نیشنل سیکرٹری تحریکِ جدید	1992ء تا دسمبر 1995ء
ایڈیشنل سیکرٹری مال	1995ء تا دسمبر 2001ء
نیشنل سیکرٹری مال	2001ء تا 2004ء
کارکن شعبہ جائیداد	2005ء تا 2016ء

اگست 1996ء میں آپ چند دنوں کے لئے قائمقام امیر جماعت جرمنی بھی رہے۔ 2016ء تا حال شعبہ امور عامہ میں طوعی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے، آمین۔

مکرم ناصر احمد چیمہ صاحب ولد مکرم مبارک احمد چیمہ صاحب (ریٹائرڈ مربی سلسلہ) اس وقت شعبہ وقف جدید میں طوعی طور پر خدمت کر رہے ہیں۔ آپ 1985ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد پاکستان کے مختلف شہروں میں تعینات رہے۔ 1998ء میں بیماری کی وجہ سے ریٹائرمنٹ لی اور 2011ء میں جرمنی آ کر 2022ء تک شعبہ رشتہ ناطہ میں خدمت کرتے رہے۔

نوٹ: مندرجہ ذیل سیکرٹریانِ کرام کے تعارف اخبار احمدیہ جرمنی کے حسبِ ذیل گزشتہ شماروں میں شائع ہو چکے ہیں:

مکرم ریاض سیفی صاحب	فروری 2020ء
مکرم عرفان احمد خان صاحب	دسمبر 2021ء
مکرم عبدالرشید بھٹی صاحب	اکتوبر 2022ء
مکرم عبدالکریم زاہد صاحب	اکتوبر 2022ء
مکرم ملک سکندر حیات صاحب	اکتوبر 2022ء

ڈیٹسن باخ کی شہری انتظامیہ کی طرف سے

مکرم محمد شریف خالد صاحب کے لئے اعزاز

مؤرخہ 19 جنوری 2025ء کی شام ڈیٹسن باخ کے ٹاؤن ہال میں ہونے والی ایک تقریب میں جماعت احمدیہ جرمنی کے قدیمی ممبر مکرم چودھری شریف خالد صاحب کو ایک شہری اعزاز دیا گیا۔ یہ تقریب شہری انتظامیہ کی طرف سے سال نَو کے حوالہ سے ترتیب دی گئی تھی۔

وسیع و عریض خوبصورت ٹاؤن ہال مہمانوں سے بھرا ہوا تھا، ان میں اکثریت بڑی عمر کے مقامی شہریوں پر مشتمل تھی۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق سب سے پہلے میزبان خاتون نے سب مہمانوں اور خصوصی طور ان مہمانوں کو خوش آمدید کہا جنہیں اس پروگرام کے لئے مدعو کیا گیا تھا جن میں بعض ممالک کے قونصل خانوں کے اہلکار اور ارد گرد کے علاقوں کے میئر نیز حکومتی عہدیدار شامل تھے۔ اس کے بعد مقامی میئر جناب Dr. Dieter Lang سٹیج پر آئے اور مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کے بعد انہوں نے گزشتہ سال شہریوں کی فلاح وبہبود کے لئے کئے جانے والے کاموں کی تفصیل پیش کرنے کے ساتھ آئندہ منصوبوں کا بھی خاکہ حاضرین کے سامنے رکھا۔ اس رپورٹ کے بعد انہوں نے مکرم چودھری محمد خالد شریف صاحب کو شہری اعزاز دیئے جانے کا اعلان کیا۔ موصوف نے محترم چودھری صاحب کے حالات زندگی تفصیل کے ساتھ بیان کئے اور بتایا کہ انہوں نے گزشتہ سال اپنی خودنوشت ''بابرگ وباریادیں'' کے عنوان سے شائع کی ہے۔ میئر صاحب نے چودھری صاحب کی سماجی اور علمی ادبی خدمات کا تذکرہ کر کے انہیں ایک مثال کے طور پر حاضرین کے سامنے پیش کیا۔ میئر صاحب نے یہ بھی بتایا کہ شریف خالد صاحب مذہبی جماعت احمدیہ کے رکن ہیں اور اپنی جماعت کے لئے بھی ان کی بہت سی خدمات ہیں۔

انہوں نے چودھری صاحب کی زندگی کا یہ پہلو بھی خاص طور پر بیان کیا کہ اگرچہ آپ پیشہ کے اعتبار سے موٹر مکینک تھے مگر ایک اچھے کھلاڑی بھی رہے ہیں اور آپ نے اس شہر میں والی بال کا کلب قائم کیا اور اس میں لمبا عرصہ کھیلتے رہے ہیں۔ آپ غیر ملکیوں کی انجمن کے ممبر بھی رہے ہیں اور اس طرح سے آپ نے اپنے ہم وطنوں کو جرمن معاشرہ میں ضم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

چودھری صاحب موصوف اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی عمر عزیز کی ترانوے بہاریں دیکھ چکے ہیں، الحمدللہ۔ گزشتہ ماہ بعض عوارض کی وجہ سے شدید بیمار بھی رہے ہیں، اس اعتبار سے میئر صاحب موصوف نے آپ کا مذکورہ بالا تعارف کرانے کے بعد کہا کہ آپ کو سٹیج پر آنے کی تکلیف نہیں دی جائے گی بلکہ میں خود آپ کے پاس نیچے آکر یہ اعزازی تمغہ پیش کروں گا۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی میئر صاحب مکرم چودھری محمد شریف خالد صاحب کے پاس آئے اور انہیں شہری اعزاز کی علامت کے طور پر ایک تمغہ پیش کیا جس کے ساتھ ایک سند اور پھولوں کا خوبصورت گلدستہ بھی تھا۔ اس موقع پر حاضرین نے پرجوش تالیاں بجاتے ہوئے دل کھول کر محترم چودھری صاحب کو مبارکباد پیش کی۔ اللہ تعالیٰ محترم چودھری صاحب کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے اور آپ کی صحت وعمر میں بہت برکت بخشے، آمین۔ قریباً آدھ گھنٹہ کے اس دورانیہ کے دوران سارا وقت سٹیج پر لگی بڑی سکرین پر محترم چودھری صاحب کی تصویر اور آپ کی خدمات پر مشتمل تصویری جھلکیاں دکھائی جاتی رہیں۔

Mohammad Sharif Khalid, Stadtältester (links), trägt nun die Bürgermedaille der Kreisstadt. Rathauschef Dieter Lang würdigt damit die jahrzehntelange vielfältige und wertvolle Arbeit des 92-Jährigen im Dienst der Gesellschaft. In seiner im November veröffentlichten Autobiografie „Ba barg o baar yadeen“ – das ist Urdu und bedeutet übersetzt „Segensreiche Erinnerungen voller Früchte“ – blickt der 92-Jährige auf ein bewegtes Leben zurück, das 1932 im indo-britischen Empire, im heutigen Pakistan, begann. Seit 1963 lebt Khalid in Deutschland, seit 1975 in Dietzenbach. Stets geht er seiner großen Leidenschaft Volleyball nach, spielt in der Bundesliga, wird Trainer. Voller Hochachtung sagt Bürgermeister Lang, Khalid habe in wenigen Jahren in einem fremden Land die Sprache gelernt, einen Beruf ausgeübt, eine Wohnung gefunden und eine Mannschaft trainiert: „Damit sind Sie ein Vorbild für das, was wir Integration nennen.“ Khalid ist omnipräsent in der Kreisstadt hinter ihm liegen Jahrzehnte ehrenamtlicher Arbeit. Er prägt die Ahmadiyya-Gemeinde, wirkt im Ausländerbeirat, in der Seniorenhilfe, im VSG, in der Arbeitsgemeinschaft der Religionen, im Verein „Zusammenleben der Kulturen“ und, und, und... ron

(Offenbach Post 21.01.2025 Seite 29)

آدھی صدی کا سفر

مکرم عرفان احمد خان صاحب۔ جرمنی

محترم نواب عباس احمد خان صاحب جرمنی میں

9 جولائی کو مکرم نواب عباس احمد خان صاحب اوران کی بیگم صاحبزادی امۃ الباری صاحبہ بنت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب مع دو بچگان اور مکرم چودھری ادریس نصراللہ صاحب دو کاروں پر پاکستان سے جرمنی تشریف لائے۔ مکرم ادریس نصراللہ صاحب کے ساتھ چار احمدی نوجوان مکرم حمید احمد صاحب بھلر، مکرم عطاء اللہ صاحب سیال، مکرم چودھری رشید احمد صاحب اور مکرم عبدالرشید صاحب جرمنی میں قیام کرنے کے لئے ہمسفر بنے تھے۔ ان میں سے چودھری حمید بھلر صاحب تواب بھی جرمنی کے شہر Bad Soden میں رہائش رکھتے ہیں، مکرم عطاء اللہ صاحب سیال زمینداری تمدّن سے تعلق رکھتے تھے جلدی واپس چلے گئے۔ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ چودھری رشید صاحب کا ٹارگٹ امریکہ تھا جس میں خدا نے انہیں جلد کامیابی دی۔ عبدالرشید صاحب فرانس چلے گئے تھے اور اب بھی فرانس میں ہی رہائش رکھتے ہیں۔ مکرم نواب عباس احمد خان صاحب کے فرانکفرٹ میں قیام کے دوران روزانہ کی ملاقات اور ان کی شفقت کی بدولت ان سے قریبی تعلق قائم ہوگیا۔ نواب صاحب بیٹھ کر گفتگو کرنے کی بجائے ٹہلتے ٹہلتے گفتگو کرتے تھے۔ آپ نے اپنی والدہ محترمہ حضرت سیّدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے پُرشفقت وبابرکت وجود کے بہت سے ایسے واقعات بیان کئے جن کو تربیت اولاد کے زمرے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ نواب عباس خان صاحب سے بعد میں جب بھی ملاقات ہوئی ان کے اس فقرہ سے مجھے ڈھارس ملتی کہ مَیں روز تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔

انگلستان کا پہلا سفر

جولائی 1973ء کے آخری دنوں کی بات ہے کہ فرانکفرٹ یونیورسٹی کے ماہانہ رسالہ میں چھپنے والا یہ اعلان میری نظروں سے گزرا کہ ایک سپیشل چارٹر فلائٹ ایک سو مارک میں لندن جارہی ہے۔ ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ لندن تشریف لائے ہوئے تھے۔ مَیں نے اور شوکت پراچہ صاحب نے اس فلائٹ سے فائدہ اُٹھانے کا ارادہ کیا۔ دونوں کے پاس ابھی صرف جرمن زبان سیکھنے کا ویزہ تھا۔ یونیورسٹی کا سٹوڈنٹ کارڈ نہیں تھا۔ لیکن قدرت نے ہماری مدد کی اور ہم اس چارٹر فلائٹ کے مسافر بن گئے۔ یہ فلائٹ فرانکفرٹ ایئرپورٹ سے اڑ کر لندن کے لیوٹن ایئرپورٹ پر اُتری۔ امیگریشن حکام نے ہم دونوں کو لائن سے علیحدہ کرلیا اور اپنے دو آفیسرز کے حوالے کر دیا۔ دونوں کا علیحدہ علیحدہ تفصیلی انٹرویو ہوا جس میں پاکستان سے روانگی کی وجوہات، جرمنی میں ہمارے ارادے اور لندن آنے کے مقاصد پر پے در پے سوالات ہوئے اور اس کے بعد دونوں کو دو کمروں میں بٹھا دیا گیا۔ دو گھنٹے کے وقفہ کے بعد نئے آفیسرز آگئے اور یہ کہانی دوبارہ دُہرائی جانے لگی۔ جب شام ڈھلے یہ عمل تیسری بار دُہرایا جانے لگا تو شوکت پراچہ کی آواز سے مَیں نے اندازہ لگایا کہ پراچہ صاحب حساب چکانے پر آگئے ہیں۔ اس دوران ہم نے اپنے سامان کی تلاشی بھی دی جس میں چار جوڑوں کے سوا کیا ہونا تھا۔ ہم دونوں کے درمیان کوئی رابطہ نہ تھا۔ امیگریشن کے ایک بندے نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا ساتھی مزید کسی سوال کا جواب دینے کو تیار نہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کو واپس جرمنی بھجوا دیا جائے۔ کیا تم بھی واپس جرمنی جانا چاہتے ہو۔ مَیں نے اس کو جواب میں کہا کہ جرمنی تو جانا ہی ہے لیکن برطانیہ میں داخل ہونے کے بعد۔ اس نے بتایا کہ ہم دونوں کے پاسپورٹ پر جرمنی کا جو ویزہ لگا ہے اس کو کنفرم کرنے کے لئے ہم نے ٹیلکس بھیجا ہوا ہے کنفرمیشن کا انتظار ہے۔ کنفرمیشن کے آتے ہی آپ دونوں کو اینٹری مل جائے گی۔ آپ کے ساتھی کو صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ جونہی کنفرمیشن آئی ہم دونوں کے پاسپورٹ پر اینٹری سٹیمپ لگائی گئی۔ گورے نے دس بار ہم سے معذرت کی۔ اس وقت رات کی ابتدا تھی لیکن لیوٹن ایئرپورٹ پر ہُو کا عالم تھا۔ امیگریشن حکام ہمیں کار میں بٹھا کر لیوٹن ریلوے اسٹیشن چھوڑ آئے کہ آپ یہاں سے کلیپن جنکشن چلے جائیں۔

کلیپن جنکشن تک کا سفر تو برطانیہ انٹری ویزا مل جانے کی خوشی میں گزرا گیا۔ کلیپن اترا تو موسلادھار بارش ہو رہی تھی۔ اور کلیپن جنکشن کا پورا اسٹیشن تالاب کا منظر پیش کر رہا تھا۔ جس بھی شیڈ کے نیچے کھڑے ہو جاؤ استقبالیہ بارش کی پھوار کی زد سے بچنا ممکن نہ تھا۔ اپنے میزبان کا انتظار میری مجبوری تھی اور میزبان کے آنے تک بارش نے لندن میں اترنے والے اجنبی مہمان سے سارے بدلے چکا لئے۔ گھر پہنچنے تک لندن کا حسین تصور دھندلا سا گیا تھا۔ نہ چاہنے کے باوجود ماحول سے ستائے مہمان کے منہ سے لندن کی مدح سرائی میں ایک دو فقرے ایسے نکل گئے جو میزبان کو اچھے نہ لگے۔ لندن میں قیام کا بقیہ احوال اگلی قسط میں ملاحظہ فرمائیں۔

(باقی آئندہ، ان شاءاللہ)

ملکی و عالمی خبریں

منور علی شاہد

کرسمس کے دن بچوں کی نعشیں

کرسمس کے دن جرمنی کے شہر روزن ہائم میں ایک گھر سے دو کمسن بچوں کی نعشیں ملی ہیں جب کہ ان کی والدہ زخمی حالت میں تھیں۔ بچوں کی عمریں چھ اور سات سال بتائی گئی ہیں جبکہ زخمی خاتون کی عمر 39 سال ہے۔ اس وقوعہ کا علم اس وقت ہوا جب ان کا ایک واقف کار ان کے گھر گیا۔ پولیس نے تفتیش اور ضروری کارروائی شروع کردی ہے۔ ابتدائی تفتیش کے بعد یہ خیال کیا جارہا ہے کہ خاتون نے کرسمس کی شام اپنے بچوں کو مارنے کے بعد خود کو زخمی کیا یا مارنے کی کوشش کی۔ قتل کرنے کی وجوہات کا تاحال علم نہیں ہوسکا اور کسی بیرونی فرد کی مداخلت کا بھی ثبوت نہیں ملا۔ خاتون ہسپتال میں زیر علاج ہے۔

ماگڈے بُرگ میں کرسمس مارکیٹ پر حملہ

جرمن چانسلر اولاف شولس نے وفاقی وزیر داخلہ اور دیگر اعلیٰ حکام کے ساتھ ہفتہ 21 دسمبر کو جائے وقوعہ کا دورہ کیا جہاں ایک دن قبل دہشت گردی کے حملہ میں ایک بچے سمیت 6 افراد ہلاک اور 200 سے زائد زخمی ہوئے تھے۔ دورہ کے دوران جرمن چانسلر نے واقعہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے اس کو خوفناک ظلم قرار دیا۔ صحافیوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے جرمن چانسلر نے زخمیوں سے متعلق بھی تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ کرسمس بازار سے زیادہ پرامن اور خوش کن جگہ کوئی نہیں ہے وہاں اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو زخمی کرنا اور مارنا بھیانک عمل ہے۔ چانسلر نے ہلاک ہونے والوں کے خاندانوں سے اظہار ہمدردی بھی کیا۔ یاد رہے کہ یہاں ایک سعودی ڈاکٹر نے بی ایم ڈبلیو کار کرسمس مارکیٹ ہجوم پر چڑھادی تھی، حملہ آور ڈرائیور موقع پر گرفتار کرلیا گیا تھا جو 2006ء سے جرمنی میں مقیم ہے۔

غزہ میں نصیرات کیمپ پر اسرائیلی حملہ

26 دسمبر کی صبح اسرائیل کے نصیرات کیمپ پر ایک فضائی حملے میں پانچ صحافیوں سمیت 10 افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ عالمی خبروں کے مطابق ہلاک ہونے والے پانچوں صحافی القدس الیوم ٹی وی چینل کے لئے کام کرتے تھے۔ فلسطینی میڈیا کا کہنا ہے کہ اسرائیل نے میڈیا ورکرز کی گاڑی کو خاص طور پر نشانہ بنایا ہے۔ دوسری طرف اسرائیل نے کہا ہے کہ اس نے عسکریت پسندوں کی موجودگی کی اطلاع پر حملہ کیا ہے۔ دوسرے ذرائع ابلاغ کے مطابق سال رواں میں غزہ میں ہلاک ہونے والے صحافیوں کی تعداد 50 سے زائد ہوچکی ہے۔

شامی پناہ گزیں

جرمنی کی فری ڈیموکریٹک پارٹی کے سربراہ اور سابق وفاقی وزیر خزانہ نے کہا ہے کہ شام میں سابق صدر بشار الاسد کی حکومت کے خاتمہ کے بعد شامی پناہ گزیں واپس اپنے ملک شام واپس جائیں۔ جنہوں نے یہاں لمبا عرصہ رہنا ہے تو وہ اس کے لئے باقاعدہ قانون کے تحت درخواست دیں۔ برلن میں نیوز ایجنسی ڈی پی اے سے باتیں کرتے ہوئے کرسٹیان لینڈنر نے مزید کہا کہ خانہ جنگی کی وجہ سے ہمارے ملک آنے والے شامیوں کو واپس اپنے ملک شام جانا چاہیئے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ جرمنی میں رہنا شفاف طریقہ کار اور قانون کے تحت ہونا چاہیے۔

250 سال بعد

امریکہ کے صدر جوبائیڈن نے کرسمس کے موقع پر ایک ایسے قانون پر دستخط کئے ہیں جس کے نتیجہ میں سفید سر اور پیلی چونچ والے عقاب کو قومی پرندہ کا درجہ مل گیا ہے۔ یہ پرندہ صدیوں سے امریکی قومی نشان کے طور پر استعمال ہورہا تھا لیکن باضابطہ طور پر اس کا سرکاری اعلان کبھی نہیں کیا گیا تھا تاہم دسمبر میں کانگریس نے سفارش کے ساتھ باقاعدہ منظوری کے لیے صدر جوبائیڈن کو بھیجا تھا۔ یاد رہے کہ اس عقاب کی شبیہ 1782ء سے امریکی سرکاری کاغذات میں استعمال ہورہی تھی۔

(مرتبہ: مدبّر احمد خان)

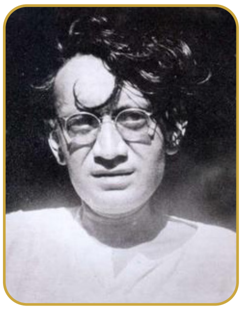

ٹوبہ ٹیک سنگھ (افسانہ)

سعادت حسن منٹو

بٹوارے کے دو تین سال بعد پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں کو خیال آیا کہ اخلاقی قیدیوں کی طرح پاگلوں کا تبادلہ بھی ہونا چاہیے یعنی جو مسلمان پاگل، ہندوستان کے پاگل خانوں میں ہیں انھیں پاکستان پہنچا دیا جائے اور جو ہندو اور سکھ، پاکستان کے پاگل خانوں میں ہیں انھیں ہندوستان کے حوالے کر دیا جائے۔......

اُدھر کا معلوم نہیں، لیکن اِدھر لاہور کے پاگل خانے میں جب اس تبادلے کی خبر پہنچی تو بڑی دلچسپ چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ ایک مسلمان پاگل جو بارہ برس سے ہر روز باقاعدگی کے ساتھ ’’زمیندار‘‘ پڑھتا تھا، اس سے جب اس کے ایک دوست نے پوچھا، ’’مولبی ساب! یہ پاکستان کیا ہوتا ہے؟‘‘ تو اس نے بڑے غور و فکر کے بعد جواب دیا، ’’ہندوستان میں ایک ایسی جگہ ہے جہاں استرے بنتے ہیں‘‘۔ یہ جواب سن کر اس کا دوست مطمئن ہو گیا۔ اسی طرح ایک سکھ پاگل نے ایک دوسرے سکھ پاگل سے پوچھا، ’’سردار جی ہمیں ہندوستان کیوں بھیجا رہا ہے...... ہمیں تو وہاں کی بولی نہیں آتی‘‘۔ دوسرا مسکرایا، ’’مجھے تو ہندوستوڑوں کی بولی آتی ہے... ہندوستانی بڑے شیطانی، اکڑ اکڑ پھرتے ہیں‘‘۔......

بعض پاگل ایسے بھی تھے جو پاگل نہیں تھے۔ ان میں اکثریت ایسے قاتلوں کی تھی جن کے رشتہ داروں نے افسروں کو دے دلا کر، پاگل خانے بھجوا دیا تھا کہ پھانسی کے پھندے سے بچ جائیں۔ یہ کچھ کچھ سمجھتے تھے کہ ہندوستان کیوں تقسیم ہوا ہے اور یہ پاکستان کیا ہے۔ لیکن صحیح واقعات سے وہ بھی بے خبر تھے۔ اخباروں سے کچھ پتا نہیں چلتا تھا اور پہرہ دار سپاہی اَن پڑھ اور جاہل تھے۔ ان کی گفتگوؤں سے بھی وہ کوئی نتیجہ برآمد نہیں کر سکتے تھے۔ ان کو صرف اتنا معلوم تھا کہ ایک آدمی محمد علی جناح ہے جس کو قائد اعظم کہتے ہیں۔ اس نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ملک بنایا ہے جس کا نام پاکستان ہے۔ یہ کہاں ہے، اس کا محلِ وقوع کیا ہے، اس کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پاگل خانے میں وہ سب پاگل جن کا دماغ پوری طرح ماؤف نہیں ہوا تھا، اس مخمصے میں گرفتار تھے کہ وہ پاکستان میں ہیں یا ہندوستان میں۔ اگر ہندوستان میں ہیں تو پاکستان کہاں ہے! اگر وہ پاکستان میں ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کچھ عرصے پہلے یہیں رہتے ہوئے بھی ہندوستان میں تھے!......

ایک پاگل تو پاکستان اور ہندوستان، اور ہندوستان اور پاکستان کے چکر میں کچھ ایسا گرفتار ہوا کہ اور زیادہ پاگل ہو گیا۔ جھاڑو دیتے ایک دن درخت پر چڑھ گیا اور ٹہنی پر بیٹھ کر دو گھنٹے مسلسل تقریر کرتا رہا جو پاکستان اور ہندوستان کے نازک مسئلے پر تھی۔ سپاہیوں نے اسے نیچے اترنے کو کہا تو وہ اور اوپر چڑھ گیا۔ ڈرایا دھمکایا گیا تو اس نے کہا، ’’میں ہندوستان میں رہنا چاہتا ہوں نہ پاکستان میں...... میں اس درخت پر ہی رہوں گا‘‘۔...

ایک سکھ تھا جس کو پاگل خانے میں داخل ہوئے پندرہ برس ہو چکے تھے۔ ہر وقت اس کی زبان سے یہ عجیب و غریب الفاظ سننے میں آتے تھے۔ ’’اوپڑ دی گڑ گڑ دی انیکس دی بے دھیانا دی منگ دی دال آف دی لالٹین‘‘۔ دن کو سوتا تھا نہ رات کو۔ پہریداروں کا یہ کہنا تھا کہ پندرہ برس کے طویل عرصے میں وہ ایک لحظے کے لیے بھی نہیں سویا۔ لیٹا بھی نہیں تھا۔ البتہ کبھی کبھی کسی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا لیتا تھا۔ ہر وقت کھڑا رہنے سے اس کے پاؤں سوج گئے تھے۔ پنڈلیاں بھی پھول گئی تھیں، مگر اس جسمانی تکلیف کے باوجود لیٹ کر آرام نہیں کرتا تھا۔ ہندوستان، پاکستان اور پاگلوں کے تبادلے کے متعلق جب کبھی پاگل خانے میں گفتگو ہوتی تھی وہ غور سے سنتا تھا۔ کوئی اس سے پوچھتا تھا کہ اس کا کیا خیال ہے تو وہ بڑی سنجیدگی سے جواب دیتا، ’’اوپڑ دی گڑ گڑ دی انیکس دی بے دھیانا دی منگ دی دال آف دی پاکستان گورنمنٹ‘‘۔

لیکن بعد میں ’’آف دی پاکستان گورنمنٹ‘‘ کی جگہ ’’آف دی ٹوبہ ٹیک سنگھ گورنمنٹ‘‘ نے لے لی اور اس نے دوسرے پاگلوں سے پوچھنا شروع کیا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کہاں ہے جہاں کا وہ رہنے والا ہے۔ لیکن کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ پاکستان میں ہے یا ہندوستان میں۔ جو بتانے کی کوشش کرتے تھے، خود اس الجھاؤ میں گرفتار ہو جاتے تھے کہ سیالکوٹ پہلے ہندوستان میں ہوتا تھا پر اب سنا ہے کہ پاکستان میں ہے، کیا پتہ ہے کہ لاہور جو اب پاکستان میں ہے کل ہندوستان میں چلا جائے۔ یا سارا ہندوستان ہی پاکستان بن جائے اور یہ بھی کون سینے پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتا تھا کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں کسی دن سرے سے غائب ہی ہو جائیں۔

اس سکھ پاگل کے کیس چھدرے ہو کر بہت مختصر رہ گئے تھے۔ چونکہ بہت کم نہاتا تھا، اس لیے داڑھی اور سر کے بال آپس میں جم گئے تھے، جس کے باعث اس کی شکل بڑی بھیانک ہوگئی تھی۔ مگر آدمی بے ضرر تھا۔ پندرہ برسوں میں اس نے کبھی کسی سے جھگڑا فساد نہیں کیا تھا۔ پاگل خانے کے جو پرانے ملازم تھے، وہ اس کے متعلق جانتے تھے کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں اس کی کئی زمینیں تھیں۔ اچھا کھاتا پیتا زمیندار تھا کہ اچانک دماغ الٹ گیا۔

اس کے رشتہ دار لوہے کی موٹی موٹی زنجیروں میں اسے باندھ کر لائے اور پاگل خانے میں داخل کرا گئے۔ مہینے میں ایک بار ملاقات کے لیے یہ لوگ آتے تھے اور اس کی خیر خیریت دریافت کر کے چلے جاتے تھے۔ ایک مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پر جب پاکستان، ہندوستان کی گڑبڑ شروع ہوئی تو ان کا آنا بند ہوگیا۔

اس کا نام بشن سنگھ تھا مگر اسے ٹوبہ ٹیک سنگھ کہتے تھے۔ اس کو یہ قطعاً معلوم نہیں تھا کہ دن کون سا ہے، مہینہ کون سا ہے یا کتنے سال بیت چکے ہیں۔ لیکن ہر مہینے جب اس کے عزیز و اقارب اس سے ملنے کے لیے آتے تھے تو اسے اپنے آپ پتہ چل جاتا تھا۔ چنانچہ وہ دفعدار سے کہتا کہ اس کی ملاقات آرہی ہے۔ اس دن وہ اچھی طرح نہاتا، بدن پر خوب صابن گھستا اور سر میں تیل لگا کر کنگھا کرتا، اپنے کپڑے جو وہ کبھی استعمال نہیں کرتا تھا، نکلوا کے پہنتا اور یوں سج کر ملنے والوں کے پاس جاتا۔ وہ اس سے کچھ پوچھتے تو وہ خاموش رہتا یا کبھی کبھار ''اوپر دی گڑ گڑ دی انیکس دی بے دھیانا دی منگ دی دال آف دی لالٹین'' کہہ دیتا۔

اس کی ایک لڑکی تھی جو ہر مہینے ایک انگلی بڑھتی بڑھتی پندرہ برسوں میں جوان ہوگئی تھی۔ بشن سنگھ اس کو پہچانتا ہی نہیں تھا۔ وہ بچی تھی جب بھی اپنے باپ کو دیکھ کر روتی تھی، جوان ہوئی تب بھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے تھے۔

پاکستان اور ہندوستان کا قصہ شروع ہوا تو اس نے دوسرے پاگلوں سے پوچھنا شروع کیا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کہاں ہے۔ جب اطمینان بخش جواب نہ ملا تو اس کی کرید دن بدن بڑھتی گئی۔ اب ملاقات بھی نہیں آتی تھی۔ پہلے تو اسے اپنے آپ پتہ چل جاتا تھا کہ ملنے والے آرہے ہیں، پر اب جیسے اس کے دل کی آواز بھی بند ہوگئی تھی جو اسے ان کی آمد کی خبر دے دیا کرتی تھی۔

اس کی بڑی خواہش تھی کہ وہ لوگ آئیں جو اس سے ہمدردی کا اظہار کرتے تھے اور اس کے لیے پھل، مٹھائیاں اور کپڑے لاتے تھے۔ وہ اگر ان سے پوچھتا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کہاں ہے؟ تو وہ اسے یقیناً بتا دیتے کہ پاکستان میں ہے یا ہندوستان میں کیونکہ اس کا خیال تھا کہ وہ ٹوبہ ٹیک سنگھ ہی سے آتے ہیں، جہاں اس کی زمینیں ہیں۔......

تبادلے کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آنے والے پاگلوں کی فہرستیں پہنچ گئی تھیں اور تبادلے کا دن بھی مقرر ہو چکا تھا۔ سخت سردیاں تھیں، جب لاہور کے پاگل خانے سے ہندو، سکھ پاگلوں سے بھری ہوئی لاریاں پولیس کے محافظ دستے کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ متعلقہ افسر بھی ہمراہ تھے۔ واگہ کے بارڈر پر طرفین کے سپرنٹنڈنٹ ایک دوسرے سے ملے اور ابتدائی کارروائی ختم ہونے کے بعد تبادلہ شروع ہوگیا جو رات بھر جاری رہا۔

پاگلوں کو لاریوں سے نکالنا اور ان کو دوسرے افسروں کے حوالے کرنا بڑا کٹھن کام تھا۔ بعض تو باہر نکلتے ہی نہیں تھے۔ جو نکلنے پر رضامند ہوئے تھے، ان کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا کیوں کہ ادھر ادھر بھاگ اٹھتے تھے، جو ننگے تھے، ان کو کپڑے پہنائے جاتے وہ پھاڑ کر اپنے تن سے جدا کر دیتے۔ کوئی گالیاں بک رہا ہے۔ کوئی گا رہا ہے۔ آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ رو رہے ہیں، بلک رہے ہیں۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ پاگل عورتوں کا شور و غوغا الگ تھا اور سردی اتنی کڑاکے کی تھی کہ دانت سے دانت بج رہے تھے۔

پاگلوں کی اکثریت اس تبادلے کے حق میں نہیں تھی، اس لیے کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ انہیں اپنی جگہ سے اکھاڑ کر کہاں پھینکا جا رہا ہے۔ وہ چند جو کچھ سوچ سمجھ سکتے تھے۔ 'پاکستان زندہ باد' اور 'پاکستان مردہ باد' کے نعرے لگا رہے تھے۔ دو تین مرتبہ فساد ہوتے ہوتے بچا کیوں کہ بعض مسلمانوں اور سکھوں کو یہ نعرہ سن کر طیش آگیا تھا۔

جب بشن سنگھ کی باری آئی اور واگہ کے اس پار متعلقہ افسر اس کا نام رجسٹر میں درج کرنے لگا تو اس نے پوچھا، ''ٹوبہ ٹیک سنگھ کہاں ہے... پاکستان میں یا ہندوستان میں؟''

متعلقہ افسر ہنسا، ''پاکستان میں''۔

یہ سن کر بشن سنگھ اچھل کر ایک طرف ہٹا اور دوڑ کر اپنے باقی ماندہ ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا۔

پاکستانی سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا اور دوسری طرف لے جانے لگے، مگر اس نے چلنے سے انکار کر دیا، ''ٹوبہ ٹیک سنگھ یہاں ہے...'' اور زور زور سے چلانے لگا، ''اوپڑ دی گڑ گڑ دی انیکس دی بے دھیانا دی منگ دی دال آف ٹوبہ ٹیک سنگھ اینڈ پاکستان''۔

اسے بہت سمجھایا گیا کہ دیکھو اب ٹوبہ ٹیک سنگھ ہندوستان میں چلا گیا ہے... اگر نہیں گیا تو اسے فوراً وہاں بھیج دیا جائے گا، مگر وہ نہ مانا۔ جب اس کو زبردستی دوسری طرف لے جانے کی کوشش کی گئی تو وہ درمیان میں ایک جگہ اس انداز میں اپنی سوجی ہوئی ٹانگوں پر کھڑا ہوگیا جیسے اب اسے کوئی طاقت وہاں سے نہیں ہلا سکے گی۔

آدمی چونکہ بے ضرر تھا اس لیے اس سے مزید زبردستی نہ کی گئی۔ اس کو وہیں کھڑا رہنے دیا گیا اور تبادلے کا باقی کام ہوتا رہا۔

سورج نکلنے سے پہلے ساکت و صامت بشن سنگھ کے حلق سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی۔ ادھر ادھر سے کئی افسر دوڑے آئے اور دیکھا کہ وہ آدمی جو پندرہ برس تک دن رات اپنی ٹانگوں پر کھڑا رہا تھا، اوندھے منہ لیٹا ہے۔ ادھر خاردار تاروں کے پیچھے ہندوستان تھا... ادھر ویسے ہی تاروں کے پیچھے پاکستان۔ درمیان میں زمین کے اس ٹکڑے پر جس کا کوئی نام نہیں تھا، ٹوبہ ٹیک سنگھ پڑا تھا۔

(سعادت حسن منٹو، ٹوبہ ٹیک سنگھ، منٹو نامہ، 1995، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، صفحہ 11 تا 18)

رپورٹ: مکرم حمزہ نصیر صاحب، مربی سلسلہ

مسجد بیت الہدیٰ کے بیس سالہ سفر کی سنہری یادیں

جماعت احمدیہ Usingen کو مسجد بیت الہدیٰ کے قیام پر بیس سال مکمل ہونے کی خوشی میں 22 دسمبر 2024ء کو ایک شاندار جوبلی پروگرام منعقد کرنے کی سعادت ملی۔ یہ موقع نہ صرف شکرگزاری کا تھا بلکہ ان قربانیوں اور یادوں کو تازہ کرنے کا بھی، جنہوں نے اس مسجد کی تعمیر اور ترقی میں اہم کردار ادا کیا، الحمدللہ۔ اس یادگار تقریب میں امیر جماعت احمدیہ جرمنی مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب اور مکرم مولانا صداقت احمد صاحب، مبلغ انچارج جرمنی، محترم مولانا حیدر علی ظفر صاحب اور بعض دیگر مربیانِ سلسلہ اور جماعت اوزنگن کے سابق عہدیداروں نے شرکت کی۔ اسی طرح تعمیر مسجد کے دوران وقارِ عمل کرنے والے تیس سے زائد احباب بھی مدعو تھے۔اس کے ساتھ مقامی جماعت کے جملہ ممبران نے بھی تقریب میں شرکت کی۔

تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآنِ کریم سے ہوا، جس کے بعد صدر جماعت Usingen مکرم محمد طارق انور صاحب نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ مکرم امیر صاحب نے بسم اللہ کے ساتھ پروگرام کا باقاعدہ آغاز فرمایا۔اس کے بعد خصوصی طور پر مدعو کئے گئے احباب کو مختلف موضوعات پر اظہار خیال کا موقع دیا گیا تاکہ شرکاء کو وہ تمام یادیں اور واقعات یاد دلائے جائیں جنہوں نے مسجد بیت الہدیٰ کے قیام سے آج تک کے سفر کو یادگار بنایا۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل آٹھ موضوعات چنے گئے:

1۔ابتدائی تاریخ اور جگہ کی کوشش (مکرم بشارت احمد انیس صاحب سابق ریجنل امیر Taunus اور حال صدر انصاراللہ سوئٹزرلینڈ)

2۔سنگ بنیاد (مکرم عطاء اللہ خان صاحب سابق صدر جماعت)

3۔وقارعمل (مکرم منصور احمد صاحب سابق قائد مجلس)

4۔افتتاحی تقریب (مکرم عبدالکبیر صاحب سابق ریجنل امیر صاحب)

5۔مسجد کو آگ لگنے کا واقعہ (مکرم بشارت وڑائچ صاحب سابق ریجنل امیر صاحب)

6۔مسجد کی تعمیر نَو (مکرم محمد رانا اکبر صاحب سابق صدر جماعت)

7۔ 20 سالوں میں جماعت اوزنگن کی سرگرمیاں (مکرم مبارک جمیل صاحب زعیم مجلس اوزنگن)

8۔مساجد کی تعمیر اور باجماعت نماز کی اہمیت (مکرم صداقت احمد مشنری انچارج جماعت احمدیہ جرمنی)

مسجد کی تاریخ بیان کرتے ہوئے مقررین نے بتایا کہ ابتدائی دنوں میں نماز سنٹر کی ضرورت محسوس کی گئی تو ایک چھوٹا سا نماز سنٹر کرائے پر لیا گیا۔ تاہم جلد یہ جگہ ناکافی ہوگئی۔ چنانچہ پھر Usingen شہر کے وسط میں Scheunengasse 9 پر واقع ایک مکان کرائے پر لیا گیا۔ یہ جگہ جماعت کی ضروریات کو پورا کرنے کے

لیے زیادہ مناسب تھی۔ یہاں نماز، اجلاس اور دیگر دینی سرگرمیاں منظم انداز میں شروع کی گئیں۔

اس کے بعد 1996ء میں مسجد کے لیے زمین کی تلاش کا آغاز ہوا۔ برگر ماسٹر صاحب کو نماز سنٹر میں منعقد ہونے والے ”Tag der offenen Tür“ کی دعوت دی گئی، جس میں انہوں نے شرکت کی۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے سوال و جواب کی ویڈیو دکھائی گئی، جس کا جرمن ترجمہ مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب نے پیش کیا۔ جب مسجد کے لیے زمین کی درخواست کی گئی تو انہوں نے وضاحت کی اور شہر کی سرکاری زمین کے بارے میں مشروط وعدہ کیا۔ دسمبر 2000ء میں برگر ماسٹر صاحب نے خوشخبری سنائی کہ جماعت کے لیے ایک پلاٹ مختص کر دیا گیا ہے اور جماعت کو متعلقہ دفتر جا کر نقشہ دیکھنے کی ہدایت کی۔ 20 جنوری 2001ء کو برگر ماسٹر صاحب نے بذریعہ خط پلاٹ دینے کی رضامندی ظاہر کی۔ مکرم نیشنل امیر صاحب نے پلاٹ کا معائنہ کرنے کے بعد وہاں دعا کروائی۔

شہر کے میئر محترم Matthias Drexelius نے اخبار میں بیان دیا کہ جماعت احمدیہ صنعتی علاقے میں مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ 12 جولائی 2001ء کو اس خبر کے شائع ہونے پر جماعت کی مخالفت میں فرقہ Republikaner نے شہریوں کو خطوط بھیجے، جن میں مسجد کے پلاٹ کی منظوری کے خلاف دباؤ ڈالنے کی اپیل کی گئی۔ تاہم 27 اگست 2001 کو پارلیمنٹ کے اجلاس میں پلاٹ دینے کے حق میں فیصلہ ہوا۔ 29 اگست 2001ء کو تعمیرات کے دفتر سے جماعت کو ایک خط ملا، جس میں پلاٹ کے لیے قیمت 180 جرمن مارک فی مربع میٹر اور کل رقبہ 1440 مربع میٹر درج تھا۔

مسجد بیت الہدیٰ اوزنگن کی بیس سالہ جوبلی کے پروگرام کا ایک منظر۔ محترم امیر صاحب جرمنی صدارت کر رہے ہیں۔ (22 دسمبر 2024ء)

اس کے بعد شہر کی انتظامیہ، سیاسی رہنماؤں اور غیر ملکی مشاورتی کونسل کے درمیان ایک مشترکہ اجلاس ہوا جس میں مکرم سعید احمد گیسلر صاحب (نائب امیر) نے مسجد کا نقشہ پیش کیا اور سوالات کے جوابات دیے۔ اس موقع پر وہی ممبر دوبارہ اعتراضات لے کر سامنے آیا جس نے مینار کے حوالے سے مخالفت کی تھی۔ اس نے تجویز دی کہ اسے مسجد کا نام نہ دیا جائے بلکہ جرمن زبان میں اسے ”عبادت گاہ“ (Gebetsraum) کہا جائے۔

اسی وقت ایک جرمن مذہبی رہنما نے اس ممبر کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ ”آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے مسجد بنانے کی درخواست دی ہے، اور یہ لوگ اسے مسجد ہی کہیں گے۔ اگر آپ کو یہ مناسب نہیں لگتا تو آپ اسے عبادت گاہ کہہ لیا کریں“۔ اس کے بعد مینار کے حوالے سے مزید کوئی اعتراض سامنے نہیں آیا۔ اس کے بعد مسجد کے نقشہ کی حتمی منظوری Landratsamt Bad Homburg (ڈپٹی کمشنر) کے دفتر سے حاصل ہونے کے ساتھ مسجد کی تعمیر کے لیے میعاد مقرر کی گئی۔

اس طرح سے ان مقررین نے جماعت اوزنگن اور مسجد بیت الہدیٰ کی تاریخ بیان کی اور بہت سے ایمان افروز واقعات سے دلوں کو گرمایا۔ انہوں نے بتایا کہ مسجد کی تعمیر کے جلد بعد ہی 23 دسمبر 2004ء کو آگ لگنے کا المناک واقعہ پیش آیا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ پہلے والی شکل میں لانے کی توفیق بخشی، الحمدللہ۔

جوبلی پروگرام کا اختتام مکرم نیشنل امیر صاحب کی تقریر سے ہوا۔ آپ نے نئی نسل سے اپنی توقعات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اب اس سلسلے کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری آپ لوگوں پر ہے، آپ کو جماعت اور مسجد سے اپنا تعلق مضبوط کرنا ہوگا۔ امیر صاحب نے کہا کہ بزرگوں نے اپنے حصے کا کام مکمل کر کے ایک مثال قائم کر دی ہے اور اب نوجوانوں کی باری ہے کہ وہ نئی تاریخ رقم کریں۔ اس کے بعد دعا کی گئی اور سب حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ اختتام پر ایک گروپ فوٹو بھی بنائی گئی۔

مسجد بیت الہدیٰ اوزنگن کی بیس سالہ جوبلی کے پروگرام میں اطفال ترانہ پیش کر رہے ہیں۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اعلانات وفات و دعائے مغفرت

مکرم قاضی نعیم الدین احمد صاحب

مکرم قاضی نعیم الدین صاحب سابق مبلغ ہیمبرگ مورخہ 13 اگست 2024ء کو مختصر علالت کے بعد ہیمبرگ میں بعمر 84 سال وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم قاضی صاحب جماعت کوئٹہ کے ایک مخلص بزرگ مکرم قاضی شریف الدین احمد صاحب کے فرزند تھے جنہوں نے قادیان جاکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی توفیق پائی تھی۔ آپ پاکستان ریلوے میں ملازم تھے اور ریٹائرمنٹ کے بعد ربوہ کو اپنا مسکن بنایا لیکن ذاتی حالات کی وجہ سے چند سال بعد واپس کوئٹہ چلے گئے۔

مکرم قاضی نعیم الدین صاحب نے 1962ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ 1962ء سے 1965ء تک آپ کو کینیا (مشرقی افریقہ) میں خدمت کی توفیق ملی۔ ربوہ واپس آکر مختلف مرکزی دفاتر میں خدمات بجا لاتے رہے۔ جولائی 1969ء میں آپ کی تعیناتی ہیمبرگ مشن میں ہوئی جہاں آپ کو مارچ 1974ء تک خدمت کا موقع ملا۔ اس کے بعد آپ نے ہیمبرگ جرمنی میں ہی مستقل سکونت اختیار کرلی۔ آپ کو ہیمبرگ یونیورسٹی میں اردو پڑھانے اور عدالتوں میں بطور اردو جرمن ترجمان کام کرنے کا موقع ملتا رہا۔

مرحوم کی اہلیہ نے اخبار احمدیہ کو بتایا کہ آپ حسّاس طبیعت رکھنے والے بہت سی خوبیوں کے مالک انسان تھے۔ غصّہ پر پوری طرح قابو تھا، کسی سے اونچی آواز میں بات کرتے نہیں سنا، اپنے بہن بھائیوں اور دیگر عزیزوں کا ہمیشہ خیال رکھتے خاص طور اپنی چھوٹی بہن سے تو ہر وقت غیر معمولی شفقت کا تعلق تھا۔ کسی بچے سے ملتے تو تعلیمی صورتِ حال کے بارہ میں پوچھ کر اس کی رہنمائی کرتے۔ ترجمانی کے کام کے دوران آپ کی انتہائی کوشش ہوتی کہ لوگوں سے حتی الامکان ہمدردی کی جائے، عورتوں کے حقوق کے بارے میں بہت حسّاس تھے۔

آپ کی نماز جنازہ 15 /اگست کو بعد نماز ظہر مولانا لئیق احمد منیر صاحب نے مسجد فضل عمر ہیمبرگ میں پڑھائی۔ بعدازاں 16 /اگست کو قبرستان Ojendorf میں تدفین ہوئی۔ مرحوم نے اپنے پیچھے اہلیہ، ایک بیٹی، داماد اور نواسہ، نواسی اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ (ادارہ اخبار احمدیہ جرمنی)

محترمہ سیّدہ شمیم صاحبہ

خاکسار کی والدہ محترمہ سیّدہ شمیم صاحبہ اہلیہ مکرم شیخ عبدالمجید صاحب مرحوم 15 دسمبر 2024ء کو بعمر 88 سال خالق حقیقی سے جاملیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ اور حضرت برکت بی بی صاحبہؓ کی نواسی تھیں۔ آپ کی نماز جنازہ 16 دسمبر کو بیت السبوح میں ادا کی گئی۔ بعدازاں Südfriedhof فرانکفرٹ میں تدفین ہوئی۔

آپ کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ آپ کے والد محمد حسن صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت پائی۔ آپ 1936ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ چار بہنیں اور ایک بھائی تھے۔ بچپن میں ایک بار چھت سے نیچے گرنے کی وجہ سے سر پر شدید چوٹ آئی اور ڈاکٹرز نے بھی جواب دے دیا۔ آپ کی والدہ محترمہ حلیمہ بیگم صاحبہ جو بہت نیک اور دعا گو خاتون تھیں، نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے خدا اگر تو نے اسے واپس لینا ہے تو یہ تیری امانت ہے ہم تیری رضا پر راضی ہیں لیکن اگر تو نے اسے زندگی دینی ہے تو محتاجی والی زندگی نہ دینا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور پندرہ دن بے ہوش رہنے کے بعد ہوش آنے پر پہلا لفظ جو منہ سے نکلا وہ اللہ تھا۔

آپ کی شادی مکرم شیخ عبدالمجید صاحب ولد مکرم شیخ عبدالرّب صاحب سے ہوئی۔ آپ کے میاں سلسلہ کے معروف محقّق مکرم شیخ عبدالقادر صاحب (لاہور) کے برادرِ اصغر اور مکرم شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل) کے برادرِ نسبتی تھے۔ دونوں گھرانے خدمت دین کرنے والے تھے چنانچہ دونوں میاں بیوی نے بھی ساری عمر جماعتی خدمت کی سعادت پائی اور ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ نماز اور تلاوت قرآن کی پابند تھیں، نماز تہجد بھی باقاعدگی سے ادا کرتیں، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعتی اخبارات و رسائل ہمیشہ زیرِ مطالعہ رہتے۔

راولپنڈی میں قیام کے دوران مختلف ذمہ داریاں بجا لانے کا موقع ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے خطبات جمعہ کی کیسٹس لجنہ تک پہنچانے کا کام بہت ذمہ داری سے سرانجام دیتیں۔ ایک مرتبہ آپ کے میاں کو تبلیغ کرنے کی وجہ سے نوکری سے نکال دیا گیا تو اس آزمائش پر آپ نے بہت صبر کا نمونہ دکھایا۔ ایک بار حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے ملاقات کے دوران اس مشکل کا ذکر کیا تو حضور نے آپ کے میاں کا نام اپنی ڈائری میں نوٹ کر کے خصوصی دعا کی۔ اس کے بعد سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندگی بدل گئی اور راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ دور ہوتی گئی۔ 1993ء میں جرمنی آگئیں جہاں خدمت کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ نے تقریباً 70 سال کی عمر میں کمپیوٹر پر کام کرنا سیکھا اور اپنے خاوند کے تحریر کردہ مضامین کو ٹائپ کرتی رہیں، بعدازاں اپنے خاوند کو بھی ٹائپنگ سکھائی۔

آپ کا خلافت سے بہت مضبوط تعلق تھا۔ ہر معاملہ میں حضور انور کو خط لکھتیں اور راہنمائی لیتیں۔ اسی طرح یہ عادت اپنے بچوں میں بھی ڈالی۔ آپ موصیہ تھیں۔ مالی قربانیوں میں پیش پیش رہتیں۔ اپنے بچوں کو بھی چندے وقت پر ادا کرنے کی تلقین کرتیں۔ آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے شیخ عبدالوحید صاحب اور شیخ محمد سلیم احمد صاحب جو جرمنی میں مقیم ہیں، دو بیٹیاں، دو بہنیں اور ایک بھائی مکرم محمد اسلم خالد صاحب کارکن دفتر پرائیوٹ سیکرٹری (یوکے) یادگار چھوڑے ہیں۔

(شیخ محمد سلیم، جماعت نوہائیم گروس گیراؤ)

مکرم چودھری عبدالمجید صاحب

خاکسار کے والد مکرم عبدالمجید صاحب ابن مکرم خیر دین صاحب مؤرخہ 4 جنوری 2025ء کو بعمر 82 سال بیلجیئم میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم قادیان کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں ننگل میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ حضرت مولا بخش صاحبؓ کے ذریعہ ہوا۔ 1980ء میں جرمنی آنے سے قبل آپ ربوہ میں کچھ عرصہ مقیم رہے۔

جرمنی آنے کے بعد سب سے پہلے ہنوور میں رہائش پذیر ہوئے۔ آپ کو جرمنی میں جماعت کے مختلف سینٹرز بالخصوص بیت المقیت (Mittelweg) فرانکفرٹ اور بیت الرشید ہمبرگ میں خدمت کی توفیق ملی۔ بعدازاں آپ جرمنی سے بیلجیم منتقل ہو گئے جہاں جماعتی خدمات کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ پنج وقتہ نماز کے پابند، باقاعدہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والے نیک سیرت انسان تھے۔ آپ نہایت شفیق، غریب پرور اور قربانی کا جذبہ رکھنے والے تھے۔ مالی قربانی میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، آپ موصی بھی تھے۔

آپ کی اولاد جو زیادہ تر جرمنی میں رہائش پذیر ہے سب آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مختلف شعبہ جات میں خدمت دین بجا لا رہی ہے۔ آپ کے ایک داماد محمد امین طاہر صاحب افریقہ میں اور نواسے مکرم محمد عمران بشارت صاحب شعبہ تربیت جرمنی میں مربی سلسلہ کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ نیز ایک بیٹے مکرم عبدالحمید صاحب حافظ قرآن ہیں۔ اسی طرح آپ کی دو پوتیاں بھی مربیان سلسلہ سے بیاہی ہوئی ہیں۔

آپ نے پسماندگان میں پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ 8 جنوری 2025ء کو بیت السبوح فرانکفرٹ میں مکرم محمد عمران بشارت صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی۔ بعدازاں تدفین کے لئے ربوہ لے جایا گیا جہاں 10 جنوری کو مسجد مبارک ربوہ میں مکرم کلیم اللہ باجوہ صاحب مربی سلسلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعدازاں بہشتی مقبرہ نصیر آباد میں تدفین عمل میں آئی۔

(عطاءالوحید۔ ہنوور)

مکرمہ ناصرہ بیگم صاحبہ

خاکسار کی والدہ مکرمہ ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری غلام احمد صاحب مؤرخہ 4 جنوری 2025ء کو اوفن باخ میں وفات پا گئی ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ حضرت مولا بخش صاحبؓ صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نواسی تھیں۔ یہ کئی خوبیوں کی مالک تھیں۔ موصیہ تھیں اور غریب پرور تھیں۔ ہر ایک سے پیار سے پیش آنے والی، ملنسار، قرآن پاک کی باقاعدہ تلاوت کرنے والی اور نمازوں کی پابند تھیں۔ صرف بچوں اور خاندان سے ہی نہیں بلکہ ہر ایک کے ساتھ پیار محبت اور نرمی کا سلوک کرنے والی تھی صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔

مرحومہ نے پسماندگان میں خاوند کے علاوہ 4 بیٹے، ایک بیٹی، متعدد نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں یادگار چھوڑی ہیں، جن میں سے دو بیٹے جرمنی میں مقیم ہیں جبکہ ایک امریکہ اور ایک Holland میں ہے۔ مرحومہ کے خاوند مکرم چودھری غلام احمد صاحب اس وقت ہسپتال میں ہیں اور ان کی عمر اس وقت 95 سال ہے ان کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ (منظور احمد صادق جماعت Dreieich)

مکرم محمد رشید خاں صاحب

مکرم محمد رشید خاں صاحب حلقہ مسجد نور فرانکفرٹ 14 دسمبر 2024ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ 1978ء سے جرمنی میں مقیم تھے۔ جماعتی کاموں کی سرانجام دہی کے لئے ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ آپ کو مکرم نواب منصور خان صاحب کے دَور میں حضرت خلیفۃ المسیح کی ڈاک کی ترسیل کے کام میں خدمت کا موقع ملا۔

آپ نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ بیت السبوح فرانکفرٹ میں مکرم محمد الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی۔ بعدازاں قبرستان Südfriedhof فرانکفرٹ میں تدفین عمل میں آئی۔ (امجد احمد۔ فرانکفرٹ)

محترمہ تسنیم داؤد خان صاحبہ

خاکسار کی چچی محترمہ تسنیم داؤد خان صاحبہ اہلیہ داؤد احمد خان صاحب مرحوم مورخہ 12 جنوری 2025 کو بعمر 78 سال بقضائے الٰہی وفات پا گئی ہیں، اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا ماسٹر اللہ دتہ صاحب صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہوا۔ ماسٹر اللہ دتہ صاحب رضی اللہ عنہ کی روایات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبات میں بیان فرمائی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے آپ کی رویا کو مبشرات قرار دیا۔

مرحومہ محترم صوفی عبدالکریم صاحب مرحوم آف گوجرانوالہ کی بیٹی اور حضرت ماسٹر محمد حسن آسان صاحبؓ (صحابی حضرت مسیح موعودؑ) کی بہو تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں، صوم وصلوٰۃ کی پابند، عبادت گزار اور اہتمام کے ساتھ تہجد ادا کرنے والی تھیں۔ خلافت کے ساتھ ان کا گہرا اور محبت کا تعلق تھا جو ان کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو تھا۔

آپ 1989ء سے جرمنی میں رہائش پذیر تھیں۔ آپ کو مختلف جماعتوں میں خدمت کی توفیق ملی جس میں Ortenberg, Florstadt اور Karben شامل ہیں۔ مرحومہ کو طویل عرصہ جماعت Florstadt میں بطور سیکرٹری تعلیم خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ انتہائی شوق اور محنت سے سینکڑوں بچوں کو ترجمۃ القرآن پڑھایا۔

گزشتہ چند برس سے اپنے بیٹے انور شہزاد خان صاحب کے ساتھ سوئٹزرلینڈ میں رہائش پذیر تھیں، جنہیں اللہ کے فضل سے مسجد Florstadt کا نقشہ بنانے کی توفیق ملی۔

مرحومہ مکرم حافظ فرید احمد خالد صاحب سیکرٹری تبلیغ جرمنی کی ساس اور مکرم شرجیل احمد خالد صاحب مربی سلسلہ کی نانی تھیں۔ بے حد صابرہ و شاکرہ خاتون تھیں، اپنے میاں کی وفات (1993ء) کے بعد بڑے ہمت و حوصلہ سے اپنے پانچ بچوں کی پرورش کی۔ غریبوں کی بڑھ چڑھ کر مدد کرنے اور بکثرت صدقہ خیرات کرنے والی تھیں۔

مرحومہ نے پسماندگان میں چار بیٹیاں، ایک بیٹا یادگار چھوڑا ہے۔ آپ کی نماز جنازہ بیت السبوح میں اور تدفین Südfriedhof Frankfurt میں ہوئی۔

(عرفان احمد خان، فرانکفرٹ)

اعتذار و تصحیح

اخبار احمدیہ جرمنی دسمبر 2024ء کے صفحہ 48 پر مکرم حق نواز صاحب کے اعلان وفات میں پسماندگان میں ایک بیٹے کا ذکر سہواً شائع ہو گیا ہے جبکہ مرحوم کی صرف دو بیٹیاں ہیں۔ اسی طرح آپ کی نماز جنازہ مسجد مریم Mülheim an der Ruhr میں ہوئی نہ کہ من ہائیم میں۔ آن لائن تصحیح کر دی گئی ہے۔ ادارہ اس سہو پر معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ اخبار احمدیہ)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے، آمین

مسجد بیت الہدیٰ Usingen کی سنہری یادیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد بیت الہدیٰ کا افتتاح کے لیے تشریف لا رہے ہیں

مسجد کے افتتاح کے بعد اس حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد کے احاطہ میں پودا لگایا

مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ جرمنی مسجد بیت الہدیٰ کے سنگ بنیاد کے موقع پر حاضرین سے مخاطب ہیں

مکرم امیر صاحب جماعت جرمنی مسجد بیت الہدیٰ کا سنگ بنیاد رکھ رہے ہیں

Monthly
Germany
AKHBAR-E-AHMADIYYA
VOL 26
ISSUE 01
JANUARY 2025
ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editor : Muhammad Ilyas Munir
PUBLISHER: SHOBA ISHAAT JAMAAT AHMADIYYA GERMANY PRINTER: RANA PRINT, HERKULESSTRASSE 45 50823 KÖLN Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de